ماہنامہ

اہل السنۃ

اتباع الکتاب والسنۃ بفهم سلف الأمة

October 2020

اکتوبر ۲۰۲۰ء

”الرحیق المختوم“ اور صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کی زندگی کا ایک گوشہ

کیا امیر معاویہ نے بغض علی رضی اللہ عنہ میں سنت رسول کو ترک کردیا؟

ماہ صفر کی حقیقت: اور اس سے متعلق چند بدعقیدگیوں کا رد

سید الحفاظ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حنفی علماء کرام کی نظر میں

105

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی ○ نائب ایڈیٹر: خلیل الرحمٰن سنابلی

ماہنامہ

منقبت نواسۂ رسول حسنین رضی اللہ عنہما

شعبان بیدارؔ صفاوی

حسن جناب عدالت، دلوں کا نور حسن
سرور قلب ونظر ہیں،مرا شعور حسن
حسن کی برق تجلی سے خاک ہے دشمن
نگاہ صلح چمن بر میں دور دور حسن
حسن چراغ محبت حسن دماغ نسیم
شہید ملت بیضا، بڑے صبور حسن
حسن سے بغض ہے جن کو وہی تو شیعہ ہیں
مرے جناب حسن ہیں مرے حضور حسن
حسن کے ذکر سے نادان بھاگتا کیوں ہے
دل حسین حسن ہیں نظر کے طور حسن
حسن کے صدق وصفا سے امان قائم ہے
حسن رسول صداقت، بڑے جسور حسن
حسن کی شان، رسالت مآب سے ثابت
مزاج نور نبوت کے ہیں ظہور حسن
حسن چراغ، حسن آفتاب، چاند حسن
حسن جمال سخن، طاہر و طہور حسن
حسن بہار، نظر کا قرار، پیار حسن
حسن مسرت جاں، آسرا، سرور حسن

صحرا مرے حسین سمندر مرے حسین
تنہا مرے حسین بہتر مرے حسین
ہے دشمنوں کے سر میں سیاہی جمی ہوئی
عرفان زندگی کے وہ پتھر مرے حسین
ہیں پھول ہیں وہ غنچۂ باغ ارم کے ہیں
شاخ گلاب، شاخ صنوبر مرے حسین
لعنت خدا کی ہے کہ بدن کاٹتے رہو
ماتم کا خون، سوگئے دے کر مرے حسین
ہیں کوفیوں کے آج بھی دشمن مرے حسین
ہم بھوک پیاس والوں کے رہبر مرے حسین
شیعہ بنا ہوا ہے جو قاتل وہی تو تھا
قاتل کے ہیں سیاہ مقدر مرے حسین
وہ دل ہیں وہ جگر ہیں مری جان آپ ہیں
مال ومتاع ہیں، سب ہیں، مرا گھر مرے حسین
گلہائے رنگ، شان عقیدت مرے حسین
باہر مرے حسین ہیں اندر مرے حسین

Ahlus Sunnah

Volume No.8, Issue No.105, October 2020

ماہنامہ

جلد: ۸
شمارہ: ۱۰۵

فی شمارہ Rs. 30/-
سالانہ Rs. 300/-

اکتوبر ۲۰۲۰ء

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی   نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی ● نائب ایڈیٹر : خلیل الرحمٰن سنابلی

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● گرافک ڈیزائنر : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبید الرحمٰن مدنی

● شیخ نور الحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی

میگزین ممبرشپ رابطہ نمبر: 8080807836 / 8291063765

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:

Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website: ahlussunnah.co.in | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل السنۃ

Ahlus Sunnah

اتباع الکتاب والسنۃ بفہم سلف الأمۃ

’’الرحیق المختوم‘‘ اور صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کی زندگی کا ایک گوشہ	خلیل الرحمٰن سنابلی	05
کیا امیر معاویہ نے بغض علی رضی اللہ عنہ میں سنت رسول کو ترک کردیا؟	کفایت اللہ سنابلی	08
ماہ صفر کی حقیقت: اور اس سے متعلق چند بدعقیدگیوں کا رد	ابو البیان رفعت سلفی	11
دینی علم کی اہمیت وضرورت	عتیق الرحمٰن عبید الرحمٰن سلفی	15
ماہِ صفر میں آفتوں کا نزول اور ایک من گھڑت روایت	حافظ اکبر علی اختر علی سلفی	21
سانحۂ کربلا کا پس منظر	عبد الکریم رواب علی سنابلی	24
سید الحفاظ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حنفی علماء کرام کی نظر میں	حافظ اکبر علی اختر علی سلفی	29
عوسجۃ بن الرماح الکوفی رحمہ اللہ جرح وتعدیل کے میزان پر	حافظ اکبر علی اختر علی سلفی	36
کتاب ’’چار دن قربانی‘‘ پر اعتراضات کے جوابات (پہلی قسط)	زبیر یحییٰ عالیاوی	40
غروب ہونے کا مطلب زوال نہیں ہوتا	بشریٰ عبد السلام نوریہ	46
نصیحت کے لئے حسنِ عمل درکار ہے ناصح!	عائشہ فخر الدین نوریہ	48

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

''الرحیق المختوم'' اور صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کی زندگی کا ایک گوشہ

خلیل الرحمٰن سنابلی

ماہ ستمبر ۲۰۲۰ء کے آخری عشرہ میں دارالعلوم دیوبند کی جانب سے دیا جانے والا ایک فتویٰ مشتہر ہوا جس میں سائل کی جانب سے سیرت رسول پر لکھی جانے والی مشہورِ زمانہ اور عالمی سیرت نگاری کے مقابلے میں اول انعام یافتہ کتاب ''الرحیق المختوم از صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ'' کے متعلق استفسار پر دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کمیٹی کا جواب تھا کہ ''الرحیق المختوم نہایت سطحی اور غیر معیاری مقالہ ہے، وہ مستقل سیرت کی کتاب نہیں ہے''

افسوس! ہوئے کس درجہ ''فقیہان حرم'' بے توفیق۔ جبکہ امر مسلم یہ ہے کہ ''الرحیق المختوم'' سیرت کی ایک مستقل کتاب ہے جس میں نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی کو بہترین پیرائے میں پیش کیا گیا ہے، اسی لئے اس مقالے کی اہمیت کی بنیاد پر ۱۹۷۸ء کی پہلی عالمی کانفرنس کے موقع پر سیرت نگاری کے موضوع پر منعقد ہونے والے مسابقے میں دس ہزار سے زائد مقالوں کے درمیان اسے پہلا انعام دیا گیا، اور یہ بات بتلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس فن اور علم کے ماہرین نے اس مقالے کے ایک ایک پہلو کو بہترین انداز میں چیک کیا ہوگا اور پھر نتیجہ یہ ملا کہ انڈیا کے ایک عالم دین شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کی اس کتاب اور تالیف ''الرحیق المختوم'' کو پہلا انعام حاصل ہوا۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ اپنوں اور غیروں نے اس کتاب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، اس سلسلے میں دو واقعات پیش خدمت ہیں:

۱۔ دکتور طارق بن صفی الرحمٰن مبارکپوری کہتے ہیں کہ: جب والد گرامی رحمہ اللہ نے ''الرحیق المختوم'' طبع کرا کر مفت تقسیم کی تو جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے طلبہ بھی کتاب لینے آئے۔ والد صاحب نے ان سے کہا کہ تمہارے شیخ الجامعہ کو پتہ چل جائے گا تو اخراج کر دیا جائے گا۔

وہ بولے: مولانا! ابھی ہم نے انہیں خود دیکھا ہے کمرہ بند کر کے ''الرحیق المختوم'' ہی پڑھ رہے ہیں۔

۲۔ ہمارے ہم عصر اور جامعۃ القصیم سعودی عرب کے طالب علم عطاء الرحمٰن سنابلی حفظہ اللہ کہتے ہیں کہ:

میرے ایک دیوبندی استاذ ہیں جو دیوبند سے مفتی بھی ہیں۔ ہمیشہ اہل حدیث سے خار کھائے رہتے ہیں۔ جب

بھی وہ میرے مطالعے کے لیے کوئی کتاب تجویز کرتے تو ہمیشہ مسلکی کتاب کی طرف رہنمائی کرتے تھے۔

ایک دن انہیں میرے پاس ''الرحیق المختوم'' مل گئی اور وہ اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ جس جس کلاس میں بھی وہ پڑھانے جاتے ہیں وہ کتاب ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور شہادت کی انگلی کتاب کے اندر کہیں رکھی ہوتی ہے۔ اسی دوران انہی کی رہنمائی میں نبی ﷺ کی سیرت پر مَیں ایک دو صفحے کا مضمون لکھ رہا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ ولادت نبوی میں اختلاف پایا جاتا ہے، میں مضمون میں کون سی تاریخ درج کروں؟ کہنے لگے اس کتاب ''الرحیق المختوم'' میں جو ہے وہی درج کردو۔

کتاب کی اسی مقبولیت کی بنیاد پر اس کے ایڈیشن پر ایڈیشن شائع ہوتے رہے بلکہ دنیا کی تقریباً تمام زندہ زبانوں میں اس کتاب کے ترجمے ہوئے بلکہ عربی زبان میں ہی اس کے اب تک بیس سے زائد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

اس زندگی میں ہر انسان کو اللہ نے ایک عدد دماغ اور دل دے کر اسے اچھا برا اختیار کرنے کی مکمل آزادی دی ہے مگر زندگی گزارنے کے کچھ اصول وقوانین بھی بنائے ہیں، کچھ پابندیاں ہیں، کچھ حدود و قیود ہیں لیکن بات جب ایک معاشرے کی ہو تو انسان کو اللہ نے معاشرتی ذمہ داریاں سمجھنے اور انہیں برتنے کا بھی حکم دیا ہے بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ کسی کو برا بھلا مت کہو، کسی کے عیب کو ظاہر مت کرو، نہ ہی خود کو بڑا یا بے عیب ظاہر کرنے کے لئے دوسروں کو عیب دار بناؤ، ٹھیک ہے آپ کسی اور مسلک ومشرب کے پیروکار رہیں، کسی اور کو اپنا پیرو مرشد سمجھتے ہیں مگر اپنی مسلکیت کو ثابت کرنے یا اسے فروغ دینے کے لئے دوسروں کی ٹانگ کیوں کھینچتے ہیں، دوسروں پر الزام کیوں لگاتے ہیں جبکہ ماشاء اللہ آپ تو مفتی ہیں، ایک پوری جماعت کے نمائندہ ہیں، آپ کو تو پوری شریعت کا علم ہے، نبی کریم ﷺ کی زندگی کے ہر گوشے سے آپ واقف ہیں پھر بھی اتنا بڑا اتہام اور الزام، کس لئے؟ محض اپنے مسلک کی خاطر کہ آپ کے مسلک کے کسی شخص کو حقیقت کا علم نہ ہو جائے، تاکہ سوال کرنے والا اس کتاب سے خود کو دور رکھے، بلکہ آپ نے تو سائل کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی ایک ایسی کتاب کی طرف موڑ دیا جس کا درست نام بھی آپ کے علم میں نہیں ہے، اس کتاب کا نام ''منہاج النبوۃ'' نہیں بلکہ ''مدارج النبوۃ'' ہے اور یہ دو جلدوں میں مطبوع ہے۔ اللہ کے لئے ان سب چیزوں کو پیچھے چھوڑ دیں، ایک طرف پوری دنیا بلکہ آپ کے اپنے مسلک کے ہی بہت سے علماء اس کتاب کی بلندی کو تسلیم کرتے ہیں، اسے سیرت کی مستقل کتاب مانتے ہیں، دوسروں کو اس کے مطالعے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور اس کتاب سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں مگر آپ ہیں کہ اسے سیرت کی مستقل کتاب ماننا تو

دوراسے غیر معیاری بھی کہتے ہیں۔ سبحان اللہ! جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔ محض آپ کے کہہ دینے سے تو کچھ نہیں ہوجاتا لیکن یہ چند سطریں صرف لئے تاکہ آپ کی ذہنیت کا لوگوں کو علم ہو اور ممکن ہے آپ یا آپ جیسا کوئی شخص اسے مان لے اور مسلکی چشمے کو اتار کر منہج سلف اختیار کرنے والا بن جائے۔

محترم قارئین! بطور فائدہ ''الرحیق المختوم'' کے مؤلف شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کی زندگی کا ایک گوشہ بھی پیش خدمت ہے جن کے بارے میں دارالعلوم دیوبندہی کے ایک دوسرے فتویٰ میں لکھا گیا کہ یہ متعصب قسم کے غیر مقلد ہیں اور شیخ سمیت دو اور اہل حدیث علماء کے بارے میں کہا گیا کہ یہ تینوں جادۂ حق سے ہٹے ہوئے ہیں، واضح رہے کہ شیخ رحمہ اللہ کی زندگی کا یہ گوشہ ''تذکرہ علماء اہل حدیث مبارکپور'' نامی کتاب سے منتخب کیا گیا ہے۔

''رابطہ عالم اسلامی'' کے تحت انعامی مقابلہ میں اوّل آنے کی وجہ سے آپ کی شہرت بہت زیادہ ہوگئی اور آپ ایک عالمی سیرت نگار کی حیثیت سے معروف ومشہور ہوگئے۔ اس لئے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ذمہ داروں کی نظر انتخاب آپ پر پڑی اور آپ کو مدینہ منورہ میں آنے کی دعوت دی، چنانچہ آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی دعوت پر اگست ۱۹۸۸ء میں جامعہ اسلامیہ تشریف لے گئے اور مسلسل دس سال ''مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ'' میں مختلف علمی، دعوتی اور تصنیفی کاموں میں گزارا اور متعدد کتابیں تالیف کیں۔ (آپ نے چند اہم کام یہ کئے):

۱۔ ''مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ'' میں آپ نے سیرت نبوی ﷺ کے کئی خاکے تیار کئے۔
۲۔ حرمین شریفین کی انسائیکلوپیڈیا کے لئے آپ نے متعدد خاکوں کی تشکیل کی۔
۳۔ حرم مکی (مسجد حرام) کے انسائیکلوپیڈیا کے لئے مکمل معلومات جمع کیا۔
۴۔ کتب ستہ اور مسند امام احمد بن حنبل سے سیرت کی حدیثوں کی فہرست کو تیار کیا۔
۵۔ صحیحین (بخاری ومسلم) اور جامع ترمذی سے سیرت کی حدیثوں کی فہرست کو تیار کیا۔

غرضیکہ مدینہ منورہ میں دس سال مسلسل رہ کر آپ نے بہت علمی کارنامے انجام دیئے۔ پھر مدینہ منورہ سے منتقل ہو کر مکتبہ دارالسلام ریاض آ گئے اور یہاں سے بھی آپ نے بہت سے علمی کارنامے انجام دیئے۔

(تذکرہ علماء اہل حدیث مبارکپور، مرتب: شیخ فیاض احمد احسان اللہ سلفی ریاضی، شیخ الحدیث جامعہ عربیہ دارالتعلیم مبارکپور، ص:۱۰۷)

کیا امیر معاویہ نے بغض علی رضی اللّٰہ عنہ میں سنت رسول کو ترک کردیا؟

کفایت اللہ سنابلی

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۳) نے کہا:

أخبرنا أحمد بن عثمان بن حكيم الأودى، قال: حدثنا خالد بن مخلد، قال: حدثنا على بن صالح، عن ميسرة بن حبيب، عن المنهال بن عمرو، عن سعيد بن جبير، قال: "كنت مع ابن عباس، بعرفات، فقال: مالى لا أسمع الناس يلبون؟ قلت: يخافون من معاوية، فخرج ابن عباس، من فسطاطه، فقال: لبيك اللهم لبيك، لبيك فإنهم قد تركوا السنة من بغض على"

''سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ عرفات میں تھا تو وہ کہنے لگے: کیا بات ہے، میں لوگوں کو تلبیہ پکارتے ہوئے نہیں سنتا۔ میں نے کہا: لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ سے ڈر رہے ہیں، (انہوں نے لبیک کہنے سے منع کر رکھا ہے) تو ابن عباس رضی اللہ عنہما (یہ سن کر) اپنے خیمے سے باہر نکلے، اور کہا: "**لبیک اللهم لبیک لبیک**"، (افسوس کی بات ہے) علی رضی اللہ عنہ کی عداوت میں لوگوں نے سنت چھوڑ دی ہے'' [سنن النسائی: ۲۵۳/۵، رقم: ۳۰۰۶]

ہماری نظر میں یہ روایت ضعیف ہے۔

اس کی سند میں ایک راوی خالد بن مخلد القطوانی ہے۔

بعض محدثین نے اس کی توثیق کی ہے جبکہ بعض نے اس پر جرح کی ہے۔ چنانچہ:

امام ابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۰) نے کہا:

"**كان منكر الحديث فى التشيع مفرطا وكتبوا عنه ضرورة**" [الطبقات الكبرى ط دار صادر: ٦/ ٤٠٦]

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۴۱) نے کہا:

"**له أحاديث مناكير**" [العلل ومعرفة الرجال لأحمد، ت وصى: ١٧/٢]

امام جوزجانی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۹) نے کہا:

"**خالد بن مخلد: كان شتاماً معلناً بسوء مذهبه**"[أحوال الرجال للجوزجاني، ت البَستوي:ص:۱۳۱]

امام أبوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۵) نے کہا:

"**صدوق، ولكنه يتشيع**"[سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داود، ت الأزهري:ص:۸۰]

ان اقوال کی بنیاد پر بعض اہل علم نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ:

تحریر التقریب کے مؤلفین (دکتور بشار عواد اور شعیب ارنؤوط) اس راوی کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**ضعيف يعتبر به** "[تقريب التهذيب لابن حجر:رقم:۱٦۷۷]

اس پر نکارت کی جرح ہونے کے ساتھ ساتھ اس پر شیعیت کی بھی جرح ہے جیسا کہ اس کے شاگرد امام ابن سعد رحمہ اللہ نے گواہی دی ہے۔ نیز دیگر اہل علم نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

اور زیر نظر روایت میں اس کی شیعیت بہت نمایاں ہے اسی لئے تو اہل تشیع اسے مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں۔

اور بعض اہل علم کی تحقیق یہ ہے کہ یہ راوی جب اہل مدینہ سے روایت کرے گا تو اس کی روایت مقبول ہوگی مگر جب وہ اہل مدینہ کے علاوہ دیگر لوگوں سے روایت کرے تو اس کی روایت غیر مقبول ہوگی چنانچہ:

امام ابن رجب رحمہ اللہ (المتوفی:۷۹۵) نے کہا:

"**ذكر الغلابي في تاريخه. قال: القطواني يؤخذ عنه مشيخة المدينة، وابن بلال فقط يريد سليمان بن بلال. ومعنى هذا أنه لا يؤخذ عنه إلا حديثه عن أهل المدينة، وسليمان بن بلال منهم، لكنه أفرده بالذكر**"[شرح علل الترمذي لابن رجب، ت همام:۷۷٦/۲]

اور یہ زیر نظر روایت میں اس نے یہ روایت اہل مدینہ سے نہیں بیان کی ہے بلکہ اہل کوفہ سے بیان کی ہے اس لئے یہ روایت ضعیف ہے۔

واضح رہے کہ یہ بخاری ومسلم کا راوی ہے اور بخاری ومسلم کے راوی عام طور سے ثقہ ہوتے ہیں لیکن بعض ضعیف بھی ہوتے اور بخاری ومسلم کی علاوہ دیگر کتب میں ان کی روایات ضعیف قرار دی جاتی ہیں۔

مثلاً بخاری ومسلم کا ایک راوی الفضیل بن سلیمان النمیر ی ہے۔

بخاری میں اس راوی کی بیسیوں احادیث ہیں۔اور مسلم میں بھی کئی احادیث ہیں لیکن یہ ضعیف راوی ہے۔

اسی راوی نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھاتے تھے یعنی ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۶۰) نے کہا:

حدثنا سليمان بن الحسن العطار، قال:حدثنا أبو كامل الجحدري، قال:حدثنا الفضيل بن سليمان، قال:حدثنا محمد بن أبي يحيى، قال:"رأيت عبد الله بن الزبير ورأى رجلا رافعا يديه بدعوات قبل أن يفرغ من صلاته، فلما فرغ منها، قال:إن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته"[المعجم الكبير للطبراني :۱۳/۱۲۹]

لیکن اہل علم نے اس کی حدیث کو الفضیل بن سلیمان النمیر ی کی وجہ سے ضعیف کہا ہے حالانکہ یہ بخاری ومسلم کا راوی ہے۔

زبیر علی زئی صاحب بخاری ومسلم کے اس راوی کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس کا راوی الفضیل بن سلیمان النمیر ی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے، صحیحین میں اس کی تمام روایات شواہد ومتابعات کی وجہ سے صحیح ہیں۔[فتاویٰ علمية: ج:۱،ص:٤٦٤،ایضاً:٤٦٨]

علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس راوی کو ضعیف کہا ہے۔دیکھئے:[سلسلة الأحاديث الضعيفة:٥٦/٦،رقم:٢٥٤٤]

اس طرح کی اور بھی کئی مثالیں ہیں۔

اس لئے ضروری نہیں ہے کہ کوئی راوی بخاری مسلم کا ہو تو لازمی طور پر ثقہ ہو۔بلکہ بخاری ومسلم کے رجال میں بعض ضعیف رواۃ بھی ہیں اور امام بخاری ومسلم متابعات وشواہد اور جانچ پڑتال کی بنیاد پر ایسے رواۃ کی احادیث بھی ان کی سندوں میں امتیازی خوبیوں کے باعث لے لیتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ درج بالا روایت ضعیف ہے۔

کیونکہ اس کی سند میں موجود خالد بن مخلد متکلم فیہ ہے۔

اس کے اندر کٹر شیعیت ہے۔

اس روایت کو اس نے اہل مدینہ کے بجائے اہل کوفہ سے نقل کیا ہے۔

☆☆☆

ماہ صفر کی حقیقت: اوراس سے متعلق چند بدعقیدگیوں کا رد

ابوالبیان رفعت سلفی

قارئین کرام! ماہ صفر اسلامی وہجری سال کا دوسرا مہینہ ہے، جومحرم الحرام کے بعداور ربیع الاول سے پہلے آتا ہے، قرآن وسنت میں اس مہینہ کی کوئی خاص اہمیت وفضیلت بیان نہیں کی گئی ہے، البتہ جاہلیت کے زمانے میں بہت سے لوگ اس سے متعلق چند باطل عقیدے رکھتے تھے جن کی وضاحت ہادئ عالم، رسول عربی محمد ﷺ نے اپنی احادیث میں بیان فرمادی ہیں، جس کا علم ہر مسلمان مرد وعورت کو حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ ان سے بچ سکیں، میں نے اپنے اس مضمون میں ماہ صفر کی وجہ تسمیہ، اس کا معنی ومفہوم، اوراس سے متعلق چند بدعات و خرافات اور بدعقیدگیوں کی وضاحت کرتے ہوئے، قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا پوسٹ مارٹم کرنے کی کوشش کی ہے۔

صفر کا لغوی معنی:

عربی زبان میں صفر کے کل چھ معانی بیان کئے گئے ہیں:

۱۔زردرنگ ۲۔خالی چیز ۳۔زمین کی ایک دھات، مراد پیتل ہے ۴۔آواز ۵۔زمانہ(ایک اسلامی مہینہ کا نام ہے) ٦۔ایک پودے کا نام ہے۔[مقاييس اللغة: ج٣،ص٢٩٤]

صفر کا اصطلاحی معنی: صفر قمری سال کا دوسرا مہینہ ہے، جومحرم کے بعد آتا ہے، اس کے بعد ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے، اس مہینے میں (۲۹) یا (۳۰) دن ہوتے ہیں۔ [معجم الغنی :ج:١، ص:١٦٤٤٧]

ماہ صفر کی وجہ تسمیہ: صفر اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ہے، اور حرمت والے مہینے چار ہیں۔ ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب۔ ان چار حرمت والے مہینوں میں عرب والے جنگ نہیں کرتے تھے، لوٹ مار سے رک جاتے اور تلواروں کو بند کر کے اپنے گھروں میں آرام کرتے تھے، اور جیسے ہی یہ چار حرمت والے مہینے ختم ہوتے اور صفر کا مہینہ شروع ہوتا عرب والے لڑائی جھگڑے کے لئے پھر سے سفر کو روانہ ہوجاتے اور گھروں کو بالکل خالی چھوڑ دیتے، اسی مناسبت سے اس کو ماہ صفر کہا جانے لگا، عرب والے کہتے ہیں'' **صفر المكان** ''''مکان خالی ہوگیا'' [تفسیر ابن کثیر :ج: ٢، ص: ٤٣١]

ماہ صفر سے متعلق چند بدعی عقائدومنکرات:

حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ، اَخْبَرَنِی اَبُو الزُّبَيْرِ ، اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ، يَقُولُ:سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:"لَا عَدْوَى وَلَا صَفَرَ وَلَا غُولَ "

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا،آپ ﷺ فرماتے تھے:’’بیماری کا لگنا کچھ نہیں،صفر کچھ نہیں،غول کچھ نہیں‘‘۔[صحیح مسلم:۷۹۵۷]

حدیث مذکور کے اندر محل استشہاد لفظ صفر ہے،صفر سے متعلق جاہلیت کے چند عقائد حسب ذیل ہیں:

۱۔صفر پیٹ کی بیماری کے ایک کیڑے کا نام ہے۔جاہلیت کے زمانہ میں عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ صفر پیٹ میں پیدا ہوجانے والے بیماری کے ایک کیڑے کا نام تھا جو بھوک کے وقت پیٹ میں جوش مارتا تھا۔[فتح رب العبيد فی الرد علی مختصر شرح الطحاوية:ص:۷۳]

۲۔اہل جاہلیت ماہ محرم کے بدلے ماہ صفر کو حرام کر لیتے تھے: ماہ صفر جو محرم الحرام کے بعد آتا ہے لیکن اہل جاہلیت حرمت والے مہینے محرم کو حلال کر کے اس کی جگہ صفر کو حرام کر لیتے تھے تو نبی ﷺ نے اس عمل سے اہل اسلام کو منع فرما دیا۔[فتح رب العبيد فی الرد علی مختصر شرح الطحاوية:ص:۷۳]

۳۔ماہ صفر کو منحوس سمجھنا: اہل عرب زمانہء جاہلیت میں ماہ صفر سے بدشگونی لیتے تھے اور اسے منحوس سمجھتے تھے نہ ماہ صفر میں سفر کرتے نہ شادی وغیرہ کرتے تھے۔[شرح فتح المجيد للغنيمان :ج: ۷۹،ص :۱۹]

دور حاضر میں بھی بعض لوگ ماہ صفر میں شادی بیاہ،اور دیگر پرمسرت تقریبات منعقد کرنے سے اجتناب کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ماہ صفر میں کی ہوئی شادی صفر(ناکام)ہوگی اس لئے وہ لوگ صفر کا مہینہ گزرنے کا انتظار کرتے ہیں،پھر ربیع الاول کا مہینہ شروع ہونے کے بعد اپنی شادیوں اور تقریبات کا آغاز کرتے ہیں،اس توہم پرستی کا دین اسلام سے کوئی بھی واسطہ نہیں۔

۴۔ماہ صفر میں بلاؤں کے نازل ہونے کا عقیدہ رکھنا: خصوصاً ماہ صفر میں بلاؤں اور مصیبتوں کے آسمان سے دنیا میں نازل ہونے کا عقیدہ سراسر باطل ہے،رسول اکرم ﷺ نے’’ **لاصفر** ‘‘کہہ کر ماہ صفر سے متعلق جاہلیت میں پائے جانے والے ہر طرح کے غلط رسوم وعقائد اور خرافات کا رد فرما دیا ہے،مگر اس کے باوجود موجودہ دور کے کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ:پورے سال میں آسمان سے دس لاکھ اسی ہزار(۱۰۸۰۰۰۰)بلائیں نازل ہوتی ہیں،جن میں سے نو لاکھ

بیس ہزار (۹۲۰۰۰۰) بلائیں بالخصوص ماہ صفر میں نازل ہوتی ہیں۔ (ماہ صفر اور جاہلانہ خیالات: ص:۷)

۵۔ تیرہ تیزی کا عقیدہ رکھنا: بعض لوگ ماہ صفر کی یکم تاریخ سے ۱۳ر تاریخ تک کے ایام کو بالخصوص بہت منحوس سمجھتے اور برا جانتے ہیں، ۱۳ر تاریخ کو کچھ لوگ گھوگھنیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتے ہیں، اور رات میں سوتے وقت سرہانے انڈے، دال، کیلے وغیرہ رکھتے ہیں اور صبح کو اسے تقسیم کرتے ہیں اور اسے تیرہ تیزی کا نام دیتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے ہم ہر طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رہیں گے۔ یہ عقیدہ بھی اسلامی عقائد کے بالکل خلاف ہے، قرآن وسنت میں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

۶۔ ماہ صفر کے آخری بدھ کو خوشی منانا: ماہ صفر سے متعلق لوگوں میں جو غلط عقائد مشہور اور رائج ہیں انہی میں سے ماہ صفر کے آخری بدھ کے بارے میں یہ غلط عقیدہ بھی ہے کہ اسی بدھ کو رسول اللہ ﷺ کو بیماری سے شفا ملی تھی، اور اسی دن آپ نے غسل صحت فرمایا تھا، لہٰذا اس خوشی میں کچھ لوگ مٹھائیاں بانٹتے ہیں شیرینی تقسیم کرتے ہیں، اس دن مزدور اور کاریگر کام نہیں کرتے اور اپنے مالک سے مٹھائی اور عیدی کا مطالبہ کرتے ہیں، ہر مزدور کو مٹھائی اور عیدی دی جاتی ہے، بعض لوگ اس دن چھٹی کرنے کو باعث اجر وثواب سمجھتے ہیں، بعض لوگ اس دن اگر گھروں میں مٹی کے برتن ہوں تو ان کو توڑ دیتے ہیں، اور بعض لوگ اس دن چاندی کے چھلے اور تعویذات بنوا کر ماہ صفر کی نحوستوں اور بیماریوں کی غرض سے پہنا کرتے ہیں یہ خالص وہم پرستی ہے جس کو ترک کرنا واجب ہے۔ (ماہ صفر اور جاہلانہ خیالات: ص:۸)

۷۔ ماہ صفر کے آخری بدھ کو سیر وسیاحت کے لئے نکلنا: بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے جب ماہ صفر کے آخری بدھ کو غسل صحت فرمایا تو سیر وسیاحت کے لئے شہر سے باہر تشریف لے گئے تھے، اس لئے ایسا عقیدہ رکھنے والے لوگ اسے سنت نبوی ﷺ سمجھتے ہوئے صفر کے آخری بدھ کو کاروبار بند کر کے خوبصورت کپڑے پہن کر سیر وسیاحت کے لئے نکل جاتے ہیں، پارکوں اور کھیتوں میں سیر وسیاحت کے بعد واپس لوٹتے ہیں تو شیرینی، حلوہ پوریاں یا گندم ابال کر بچوں اور غرباء میں تقسیم کرتے ہیں اور اسے کار ثواب سمجھتے ہیں، اور اپنے تئیں اسے محبت رسول سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ ساری باتیں من گھڑت اور جھوٹ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ (اسلامی مہینے اور بدعات مروجہ: ص: ۴۲، ۴۳)

۸۔ ماہ صفر کے آخری بدھ کی نماز بدعت ہے: بعض لوگ ماہ صفر کے آخری بدھ کو چاشت کے وقت دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں جس کی ترتیب یوں ہوتی ہے کہ: پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ

الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾[سورة آل عمران:٢٦-٢٧] تک ایک مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنَى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَالِكَ سَبِيلًا. وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا﴾ [سورة الاسراء: ١١٠] کی تلاوت کرتے ہیں، اور سلام پھیرنے کے بعد نبی پر درود بھیجتے ہیں، پھر یہ دعا پڑھتے ہیں: "اَللّٰهُمَّ اصرف عني شَرّ هَذَا الْيَوْم واعصمني شومه واجعله عَلَيّ رَحْمَة وبركة واجنبني عَمَّا اَخَاف فِيهِ من نحوساته وكرباته بِفَضْلِكَ يَا دَافع الشرور وَيَا مَالك النشور يَا اَرْحم الرَّاحِمِينَ" ترجمہ: "اے اللہ مجھ سے آج کے دن کے شر اور اس کی نحوست کو پھیر دے اور آج کے دن کو میرے اوپر رحمت وبرکت کا سبب بنا، اور مجھے بچالے اس دن کی نحوستوں اور اس کی پریشانیوں سے اپنے فضل سے اے برائیوں کے ہٹانے والے اور اے قیامت کے دن کے مالک اے تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے"
[الآثار المرفوعة فى الاخبار الموضوعة: ج:١، ص:١١١]

یہ مذکورہ نماز بدعت ہے کیونکہ قرآن وسنت میں اس کی کوئی بھی دلیل موجود نہیں، اور جس روایت میں اس نماز کا تذکرہ ہے اس روایت کو عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ نے موضوع کہا ہے۔[الآثار المرفوعة فى الاخبار الموضوعة: ج:١، ص:١١١]

۹۔ماہ صفر کے ختم ہونے کی بشارت دینا بدعت ہے: کیونکہ اس سے متعلق بھی کتاب وسنت میں کوئی دلیل موجود نہیں البتہ ایک روایت اس سے تعلق سے بہت مشہور ہے جسے محدثین نے موضوع ومن گھڑت قرار دیا ہے، روایت اس طرح ہے: "مَن بشرني بِخُرُوج صفر بَشرته بِالْجنَّةِ" ترجمہ: "جو شخص مجھے ماہ صفر کے ختم ہونے کی بشارت دے گا میں اسے جنت کی بشارت دوں گا" [اللؤلؤ المرصوع فيما لا اصل له او باصله موضوع: ج:١، ص:٧٧١۔الموضوعات للامام صغاني: ج:٢، ص:٦١، تذكرة الموضوعات لامام الفَتَّنِي: ج:١، ص:١١٥، الاسرار المرفوعة فى الاخبار الموضوعة۔للهروى: ج:١ ص:٢٣٧]

آخر میں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں باطل عقائد ونظریات سے بچ کر خالص کتاب وسنت کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق دے اور ایمان کے ساتھ موت نصیب فرمائے۔آمین

دینی علم کی اهمیت وضرورت

عتیق الرحمٰن عبید الرحمٰن سلفی

الحمدللہ والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ أما بعد:

محترم قارئین!

اسلام علم کا دین ہے، اسلام کو نازل فرمانے والا اللہ خود ہر ظاہر و پوشیدہ چیزوں کا جانکار اور علام الغیوب ہے، وہ اللہ دلوں کے پوشیدہ رازوں کو بھی جانتا ہے، انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو عزت ورفعت علم کے ذریعہ ہی عطا کیا گیا، اور فرشتوں کو ساجد بنایا گیا، اللہ نے تمام انبیاء کرام کو علم وحکمت کی نعمت اور عزت دے کر مبعوث فرمایا، قرآن کریم کی پہلی وحی جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی اس میں پڑھنے، لکھنے اور سیکھنے کا ہی پیغام دیا گیا، گویا اس امت کی بنیاد ہی علم پر رکھی گئی ہے، جہالت کا اسلام سے وہی رشتہ ہے جو رات کو دن سے اور روشنی کو اندھیرے سے، کہ یہ کبھی بھی یکجا نہیں ہو سکتے ہیں اسی طرح ایمان اور جہالت یکجا نہیں ہو سکتے ہیں، اسلام کا معجزہ قرآن کریم ایک علمی معجزہ ہے، رسول اکرم ﷺ کا منصب نبوت ورسالت آیات بینات کی تلاوت اور تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾

ترجمہ: ”وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے“[الجمعة: ٢]

اللہ نے اپنے نبی پر سب سے عظیم فضل یہ کیا کہ آپ کو علم عطا فرمایا:

﴿وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب وحکمت اتاری ہے اور تجھے وہ سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا تجھ پر بڑا بھاری فضل ہے“[النساء:١١٣]

علم کا حاصل کرنا تمام مسلمانوں پر فرض قرار دیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ“

ترجمہ ”علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے“ [ابن ماجة:٢٢٤]

اللہ تعالیٰ نے عالم اور بے علم کے درمیان برابری کی نفی کی ہے کہ یہ دونوں کسی بھی طور پر برابر نہیں ہوسکتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم کو عام مومن پر فضیلت اور بلندی عطا فرمادیتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾

ترجمہ ”اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا“ [المجادلة:١١]

علم ایک ایسی عزت اور ایسا شرف ہے جسے ہر آدمی پسند کرتا ہے، کسی جاہل کو بھی آپ اگر علم کی طرف منسوب کردیں تو اسے خوشی محسوس ہوتی ہے، اس سے نفس انسانی میں موجود علم کے مقام کا اندازہ ہوتا ہے، اور اگر کسی جاہل کو جاہل کہہ کر پکار دیں تو اسے ذلت کا احساس ہوتا ہے اور لڑنے پر آمادہ ہوجاتا ہے، اس سے جہالت کی ذلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔علم شریعت کی خیر وبرکت لامحدود ہے، کیونکہ علم کا طلبگار جنت کا مسافر بن جاتا ہے، پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ سَلَکَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ“

ترجمہ ”جو شخص حصول علم کی راہ پر چلے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ سہل کردے گا“ [صحيح مسلم:٦٨٥٣]

اتنا ہی نہیں بلکہ کتاب وسنت کی تعلیم کیلئے مساجد میں منعقد کی جانے والی مجالس کو سکینت، رحمت، نزول ملائکہ، ملأ اعلیٰ میں ذکر خیر، جیسی عظیم بشارت سے نوازا گیا ہے، تاکہ اہل علم اور طالبان علوم نبوت کے مقام ومرتبہ کو نمایاں کیا جائے، اس میں لوگوں کیلئے زبردست ترغیب ہے، یہ انمول نعمتیں اللہ نے اہل علم اور طالبان علوم قرآنی کے ساتھ خاص فرمادی ہیں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ“

ترجمہ ”اور جو لوگ جمع ہوں اللہ کے کسی گھر میں اللہ کی کتاب پڑھیں اور ایک دوسرے کو پڑھائیں تو ان پر اللہ کی رحمت اترے گی اور رحمت ان کو ڈھانپ لے گی اور فرشتے ان کو گھیر لیں گے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر کرے گا اپنے پاس رہنے والوں میں (یعنی فرشتوں میں)“ [صحيح مسلم:٦٨٥٣]

دینی علم کی ضرورت: ہر مسلمان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اللہ کی جنت کا حق دار بن جائے، اللہ کو خوش کرلے، پاکیزہ زندگی حاصل کرلے، اپنے مقصد حیات کو اعلیٰ طریقے سے انجام دے، اسے دنیا وآخرت کی سعادت

مل جائے، پرسکون اور بابرکت زندگی حاصل ہوجائے، لیکن یہ ساری نعمتیں بغیر دینی علم حاصل کئے ممکن نہیں ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ زندگی اور آخرت کی کامیابی کو ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ جوڑ دیا ہے، اور ایمان وعمل صالح کی بنیاد ہی علم نافع پر رکھی گئی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے ''باب العلم قبل القول والعمل'' کہ اس بات کا بیان کہ کہنے اور کرنے سے پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے، کیونکہ بغیر کتاب وسنت کا علم حاصل کئے نہ عقیدہ وایمان صحیح ہوسکتا ہے اور نہ ہی اعمال، اسی طرح حلال وحرام، اللہ کے حقوق، بندوں کے حقوق، فرائض وواجبات، عبادات ومعاملات کا جب تک علم نہیں ہوگا تب تک یہ سارے معاملات درست نہیں ہوسکتے ہیں، اسی لئے ایک اچھا مسلمان بننے کیلئے دین کا ضروری اور بنیادی علم حاصل کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾

ترجمہ ''سو (اے نبی!) آپ یقین کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے حق میں بھی'' [سورہ محمد:۱۹]

اسی لئے صحابہ کرام نے علم کے حصول میں جی جان لگا دیا، رات رات بھر علم حاصل کرتے تھے، لمبے لمبے سفر کرکے علم حاصل کرتے تھے، فقر وفاقہ کی زندگی کے باوجود علم حاصل کرنے سے باز نہیں آتے تھے، موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر رسول نے بھی سفر کیا تاکہ وہ علم حاصل کریں جس کا انہیں علم نہیں ہے، صحابہ کرام وسلف صالحین پوری بصیرت اور دل کی گہرائی سے اس بات کو سمجھ چکے تھے کہ دین کا علم سیکھے بغیر پاکیزہ زندگی اور آخرت کی کامیابی مل ہی نہیں سکتی ہے، علم کی ضرورت پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہ قول منقول ہے:

''الناس الى العلم أحوج منهم الى الطعام والشراب لأن الرجل يحتاج الطعام فى اليوم مرة أو مرتين ، وحاجته الى العلم بعدد أنفاسه''

ترجمہ ''لوگوں کو کھانے اور پینے سے زیادہ علم دین کی ضرورت ہے، کیونکہ آدمی کو دن میں ایک یا دو بار کھانے پینے کی ضرورت پڑتی ہے، اور علم دین کی ضرورت اتنی ہے جتنی (زندگی) کیلئے سانسوں کی ضرورت ہے''

ہدایت، اتباع رسول ﷺ، عبادت الٰہی، پاک وصاف دل، تقویٰ، خشیت الٰہی، یہ سب اللہ کی عظیم ترین نعمتیں ہیں، ان کا حصول، علم نافع کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے، علم کی اسی ضرورت واہمیت کی وجہ سے ہی رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ ''صفہ کلاسیز'' کا آغاز فرمایا، اور یہ مدرسہ علم کی روشنی کو پورے سماج میں عام کرنے کا کام کرتا رہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسی علمی شخصیت کی تعلیم وتربیت اسی صفہ نامی مدرسہ میں ہی ہوئی تھی جس کے نگراں ومنتظم خود رسول

اللہ ﷺ تھے۔آج بھی سماج کے بگاڑ وفساد کو دور کرنے کا سب سے اعلیٰ ،افضل ،مضبوط،کامیاب ذریعہ ’’کتاب وسنت کی تعلیم اوراللہ ورسول ﷺ کی اطاعت واتباع‘‘ ہی ہے۔

اور ہاں اس راہ کی کچھ فرضی رکاوٹیں ہیں،ان کو اپنے آپ سے دور کرو،علم حاصل کرنے میں شرم کرنا حماقت بھی ہے،محرومی بھی ہے،صحابہ کرام اوران کی بیویاں اس دنیا کی سب سے زیادہ پاکیزہ اخلاق اورشرم وحیاوالی تھیں لیکن علم کے طلب میں انہوں نے شرم کو آڑے نہیں آنے دیا،اسی لئے توام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہما نے انصار کی عورتوں کی اس خوبی پرتعریف کرتے ہوئے فرمایا:

’’نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ، لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ ‘‘

ترجمہ:’’انصار کی عورتیں بھی کیا عمدہ عورتیں تھیں۔وہ دین کی بات پوچھنے میں شرم نہیں کرتی تھیں (شرم،گناہ اور معصیت میں ہےاوردین کی بات پوچھنا ثواب اوراجر ہے)‘‘[صحیح مسلم:۷۵۰]

اسی طرح حصول علم میں چھوٹی بڑی عمر کو بہانہ نہیں بنانا چاہئے،بعض لوگ پچاس،ساٹھ کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں،اور انہیں اپنی جہالت اورعلم سے محرومی کا احساس بھی ہوجاتا ہےلیکن صرف اس لئےعلم حاصل نہیں کرتے کیونکہ ان کی عمر بہت بڑی ہوگئی ہے،اب کیسے علم سیکھیں،حالانکہ ان بوڑھوں کے پاس ضرورت کے ساتھ ساتھ وقت بھی ہوتا ہے،دیکھئےعمر کی قید کس نے لگائی ہے؟ خودہم نے اور ہمارے سماج نے،کیونکہ صحابہ کرام بڑی عمر میں بھی علم حاصل کرتے تھے،امام بخاری نے اس کا ذکراپنی صحیح میں نقل فرمایا:

’’وَقَالَ عُمَرُ بن الخطاب رضى الله عنه تَفَقَّهُوا قَبْلَ أَنْ تُسَوَّدُوا)، ثم قَالَ الإمامُ البخارى رحمه الله (وَبَعْدَ أَنْ تُسَوَّدُوا، وَقَدْ تَعَلَّمَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كِبَرِ سِنِّهِمْ‘‘

’’عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سرداری ملنے سے پہلے ہی علم وفہم حاصل کرلواورامام بخاری نے فرمایا’’اورسردار بنائے جانے کے بعد بھی علم حاصل کرو،کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے بڑھاپے میں بھی دین سیکھا‘‘

[صحيح البخارى: كتاب العلم:بَابُ الِاغْتِبَاطِ فِي العِلْمِ وَالحِكْمَةِ]

دینی علم سے عالم وطالب علم دونوں کو بے شمار خیر وبھلائی ملتی ہے،اللہ کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہےتو اسے دین کا علم وسمجھ عطافرمادیتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ﴾[البقرة:٢٦٩]

ترجمہ:''وہ جسے چاہے حکمت اور دانائی دیتا ہے اور جو شخص حکمت اور سمجھ دیا جائے وہ بہت ساری بھلائی دیا گیا اور نصیحت صرف عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں''

اوررسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ''

ترجمہ''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرمادیتا ہے'' [صحيح البخاري: ۷۱]

واقعی علم ایک ایسی نعمت ہے جو انسان کی محرومی کو بھی نفع بخش بنادیتی ہے، اور جاہل نعمت پاکر بھی محروم رہتا ہے، ایک مالدار جاہل کیلئے اس کا مال اس کیلئے عذاب کا سبب بن جاتا ہے، کیونکہ اسے مال خرچ کرنے کا علم ہی نہیں ہوتا ہے، اور مال جیسی اہم نعمت کو گناہوں میں خرچ کرتا رہتا ہے، رشتہ داروں کے حقوق ادا نہیں کرتا ہے، فضول خرچی کرتا ہے، اور اپنے آپ کو اللہ کے غضب کا حق دار بنالیتا ہے، ایسے ہی جاہل غریب بھی جاہل مالداروں کا ساتھ دے کر جہالت کی وجہ سے بدترین انجام کو پہنچ جاتا ہے، لیکن جسے اللہ نے مال بھی دیا اور علم سے بھی نوازا ہے وہ علم کی وجہ سے اعلیٰ مقام حاصل کرلیتا ہے کیونکہ وہ مال کا صحیح استعمال کرتا ہے، مستحقین کے حقوق ادا کرتا ہے، اللہ سے ڈرتا رہتا ہے اور غریب علم والا اپنے ارادے اور نیت کی وجہ سے صاحب مال عالم کے مقام کو پالیتا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ: عَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَيَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا فَهَذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ، يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ، وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا فَهَذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا، فَهُوَ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ''

''یہ دنیا چار قسم کے لوگوں کے لیے ہے: ایک بندہ وہ ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مال اور علم کی دولت دی، وہ اپنے رب سے اس مال کے کمانے اور خرچ کرنے میں ڈرتا ہے اور اس مال کے ذریعے صلہ رحمی کرتا ہے اور اس میں سے اللہ کے حقوق کی ادائیگی کا بھی خیال رکھتا ہے ایسے بندے کا درجہ سب درجوں سے بہتر ہے۔ اور ایک وہ بندہ ہے

جسے اللہ نے علم دیا، لیکن مال و دولت سے اسے محروم رکھا پھر بھی اس کی نیت سچی ہے اور وہ کہتا ہے کہ کاش میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں اس شخص کی طرح عمل کرتا لہٰذا اسے اس کی سچی نیت کی وجہ سے پہلے شخص کی طرح اجر برابر ملے گا، اور ایک وہ بندہ ہے جسے اللہ نے مال و دولت سے نوازا لیکن علم سے محروم رکھا وہ اپنے مال میں غلط روش اختیار کرتا ہے، اس مال کے کمانے اور خرچ کرنے میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا ہے، نہ ہی صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس مال میں اللہ کے حق کا خیال رکھتا ہے تو ایسے شخص کا درجہ سب درجوں سے بدتر ہے، اور ایک وہ بندہ ہے جسے اللہ نے مال و دولت اور علم دونوں سے محروم رکھا، وہ کہتا ہے کاش میرے پاس مال ہوتا تو فلاں کی طرح میں بھی عمل کرتا (یعنی: برے کاموں میں مال خرچ کرتا) تو اس کی نیت کا وبال اسے ملے گا اور دونوں کا عذاب اور بار گناہ برابر ہوگا'' [سنن الترمذی: ۲۳۲۵، صحیح]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم سب کیلئے بے حد اہم ہے، اور جہالت کی وجہ سے نعمت بھی مصیبت بن جاتی ہے، اور علم نافع سے انسان نعمت پر نعمت حاصل کرتا جاتا ہے، اور ایک آسودہ حال زندگی گزارتا ہے، دین کا علم ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہے، اسے کوئی چھین نہیں سکتا ہے، بلکہ یہ علم قبر میں بھی ساتھ ساتھ ہوگا اور سوالوں کے جواب میں مددگار ہوگا لیکن جاہل وہاں بھی تنہا اور پریشان ہوگا، ہائے افسوس مجھے کچھ نہیں معلوم کہہ کر کبیدہ خاطر ہوگا۔

اس لئے میرے بھائیو اور بہنو! زندگی کو غنیمت سمجھو اور علم حاصل کرنا شروع کردو، یہ مت دیکھو کہ اب کیسے سیکھوں، لوگ کیا کہیں گے، بلکہ جو زندگی بچی ہے اس میں زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو، اور اس پر عمل کرو، آپ خود ہی اس کی برکتیں محسوس کروگے، عبادتوں میں لذت کا احساس ہوگا، دل میں اطمینان اور سکون کا نزول ہوگا، زندگی آسان ہوجائے گی، علماء کے پاس بیٹھ کر قرآن وسنت کا سیکھنا عزت ورفعت کا اہم ذریعہ ہے۔ وہ شخص کتنا خوش نصیب ہے جسے اللہ نے قرآن وسنت کا علم سیکھنے کی توفیق بخشی ہے، علم اور علماء کی محبت عطا فرمائی ہے، جسے علمی و دینی مجلسوں سے سکون اور خوشی ملتی ہے۔

کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ بھی ان لوگوں میں شامل ہوں جن کے پیروں تلے فرشتے اپنا بازو بچھاتے ہیں، جن کیلئے اللہ جنت کی راہ آسان فرما دیتا ہے؟

علماء سے جڑیں، طالب علم بنیں، اپنے اوقات کا ایک حصہ تعلیم وتعلم کیلئے وقف کریں، دنیا وآخرت کی نعمتیں حاصل کریں۔ اور کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی زندگی گزاریں، رب کی رحمت کے حق دار بنیں۔

دعا ہے اللہ ہم سب کو نفع بخش علم اور مقبول عمل کی نعمت عطا فرمائے۔ آمین

ماہِ صفر میں آفتوں کا نزول اور ایک من گھڑت روایت

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

الحمدللہ وحدہ، والصلاۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ، امابعد:

محترم قارئین! (۳۰/اکتوبر ۲۰۱۹ء) صبح نمازِ فجر کے بعد ایک گروپ میں ایک حدیث دیکھی، جس کے الفاظ یہ تھے:

''صفر کا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ صفر کے مہینے میں ساری آفتیں اور مصیبتیں زمین پر اترتی ہیں، اس لیے ان سب سے حفاظت کے لیے ہر نماز کے بعد گیارہ (۱۱) مرتبہ: ''**یا باسط ، یا حافظ**'' کا وِرد کریں''

جس بھائی نے یہ روایت بھیجی تھی میں نے اُن سے پوچھا کہ یہ روایت آپ کو کہاں سے ملی؟ تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر میں نے اُن کے پرسنل میں بھی یہی سوال کیا لیکن وہاں بھی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر میں نے خود اِس روایت کو تلاش کیا اور خوب تلاش کیا لیکن پوری روایت تو دور، روایت کا کوئی ایک حصہ بھی نہیں مل سکا۔

نیز روایت کے یہ الفاظ: ''صفر کے مہینے میں ساری آفتیں اور مصیبتیں زمین پر اترتی ہیں'' بھی اللہ کے نبی ﷺ کے شایانِ شان نہیں ہیں۔

اسی وجہ سے راقم بلاتردد یہ بات کہتا ہے کہ یہ ایک موضوع، من گھڑت روایت ہے، اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ بولا گیا ہے۔

جو لوگ اِس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں، میں اُن سے باادب گزارش کرتا ہوں کہ اللہ کے واسطے نبی کریم ﷺ کی جانب کوئی ایسی بات منسوب مت کریں جو آپ نے نہ کہی ہو کیونکہ اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ درج ذیل حدیث کے مصداق ہوں گے:

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''**مَنْ يَّقُلْ عَلَىَّ مَا لَمْ اَقُلْ ، فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ**''

''جس نے مجھ پر ایسی بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے'' [صحیح البخاری

[۱۰۹:

ایک دوسری روایت کے الفاظ اِس طرح ہیں:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ "

"جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے" [صحيح البخاری : ١١٠]

اور اگر کوئی کہتا ہے کہ نہیں، مذکورہ بات اللہ کے نبی ﷺ نے کہی ہے تو ایسے شخص سے عرض ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مذکورہ فرمان کی صحیح یا حسن سند دنیا کی کس کتاب میں موجود ہے؟ حوالہ پیش کر دیں اور اگر کوئی ضعیف یا موضوع سند ہی موجود ہو تو کم از کم اسی کی طرف رہنمائی کر دیں۔

موجودہ دور کے وضاعینِ حدیث:

موجودہ دور میں جو لوگ حدیثیں گھڑتے ہیں، اُن کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ:

(۱) وہ صرف حدیث گھڑتے ہیں، بس!!! اور اُس کے ساتھ کوئی حوالہ نہیں لگاتے۔

(۲) اور کبھی کبھار حدیث بھی گھڑتے ہیں اور ساتھ میں صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ کا حوالہ بھی لگا دیتے ہیں۔

ایسے لوگوں سے باادب عرض ہے کہ اللہ سے ڈریں اور اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچائیں اور لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔

اب دو باتیں بطور فائدہ پیش خدمت ہیں:

(فائدہ نمبر:۱) ماہِ صفر میں آفتیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ یہ بات:

(۱) اللہ تعالیٰ نے نہیں کہی ہے۔

(۲) نا اُس کے آخری نبی محمد ﷺ نے کہی ہے اور نا ہی اِس کی تعلیم دی ہے۔

(۳) اور نا ہی کسی صحابی نے کہی ہے۔

بلکہ یہ بعض لوگوں کی گھڑی ہوئی باتوں میں سے ایک بات ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

(فائدہ نمبر:۲) اہل جاہلیت ماہِ صفر کو منحوس سمجھتے تھے اور اُسی وقت اللہ کے نبی ﷺ نے اُن کے اِس عقیدے کی تردید بھی کر دی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

" وَلَا طِيَرَةَ وَلَا صَفَرَ "

''کوئی بدشگونی نہیں ہے اور نہ ہی صفر کا مہینہ منحوس ہے'' [صحیح البخاری:٥٧٥٧،و سنن ابی داؤد بتحقیق الالبانی:٣٩١١،واللفظ له]

محدث محمد بن راشد الدمشقی رحمہ اللہ (المتوفی، بعد:۱۶۰ھ) فرماتے ہیں:

''اَنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ يَسْتَشْئِمُونَ بِصَفَرٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: لَا صَفَرَ''

''اہل جاہلیت ماہ صفر کو منحوس سمجھتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ماہ صفر منحوس نہیں ہے'' [سنن ابی داؤد بتحقیق الالبانی :٣٩١٥] علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

لیکن افسوس! جس عقیدے کی تردید اللہ کے نبی ﷺ نے چودہ سو سال پہلے کی تھی، آج اسی عقیدے کو بعض جاہل مسلمانوں نے اپنالیا ہے، اللہ ایسے لوگوں پر رحم فرمائے اور ہدایت دے۔ آمین۔

اور امام ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۹۵ھ) نے اپنے زمانے میں ہی کہا تھا:

''وكثير من الجهال يتشاء م بصفر وربما ينهى عن السفر فيه والتشاوم بصفر هو من جنس الطيرة المنهى عنها''

''بہت سے جاہل ماہ صفر کو منحوس سمجھتے ہیں اور بسا اوقات وہ اس مہینے میں سفر کرنے سے رکے رہتے ہیں اور ماہ صفر کو منحوس سمجھنا، یہ بدشگونی کی جنس سے ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ [لطائف المعارف فيما لمواسم العام من الوظائف : ص:٧٤]

(خلاصۃ التحقیق) زیر بحث روایت من گھڑت ہے اور ماہِ صفر کو منحوس سمجھنا، مسلمانوں کا کام نہیں ہے۔ واللہ اعلم

مومن اور کافر کے لئے دنیا

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

''مومن کے لیے دنیا بہت ہی بہترین گھر ہے وہ اس طرح کہ مومن تھوڑا عمل کر کے آخرت کے لئے اس کو توشہ بنالیتا ہے۔ جبکہ کافر و منافق کے لے دنیا بدترین گھر ہے کیونکہ وہ اپنے لیل ونہار برباد کر کے دنیا کو اپنا توشۂ جہنم بنالیتا ہے''

امام ابوصفوان الرعینی رحمۃ اللہ سے دریافت کیا گیا:

''قرآن نے جس دنیا کو خراب بتلایا اور مذمت کی ہے (اور ایک عقلمند آدمی کو اس سے پرہیز بھی کرنا چاہئے) اس سے کونسی دنیا مراد ومقصود ہے؟ فرمایا: ہر وہ چیز جو دنیا میں حاصل کی جائے اگر اُس کا مقصد صرف دنیا کمانا ہی ہو تو وہ قابل مذمت ہے لیکن اگر اس سے آخرت مقصود ہو تو وہ مذموم نہیں'' [تزكيةُ النفوس وتربيتها:١٢٨]

سانحۂ کربلا کا پس منظر

عبدالکریم رواب علی سنابلی

ماہ محرم سن ہجری کا پہلا مہینہ ہے جس کی بنیاد تو رسول اللہ ﷺ کے واقعہ ہجرت پر ہے لیکن اس کی ابتداء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۱۷ھ سے ہوئی۔ یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس کی فضیلت وحرمت مسلم ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اس مہینے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ پیش آنے کی وجہ سے یہ مہینہ قابل احترام ہے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے اس کی حرمت وفضیلت کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔ سانحہ شہادت آپ ﷺ کی وفات کے پچاس سال بعد پیش آیا اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد دین میں کسی قسم کے اضافے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہاں البتہ شہادت حسین کو لوگوں نے ماتم وشیون، گریہ وزاری اور محافل ماتم منعقد کرنے اور تعزیہ داری سے جوڑ دیا ہے۔ یہ تعزیہ داری کیسے وجود میں آئی؟ سانحہ کربلا کا پس منظر کیا ہے؟ زیر بحث مضمون میں اس کی مختصر وضاحت کی گئی ہے۔

سانحہء کربلا کاپس منظر : تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حضرت عمر، عثمان، حضرت علی، حضرت حسن، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی شہادت میں شیعہ اور رافضہ کا پورا پورا ہاتھ ہے۔ ۴۰ھ میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر متمکن ہوئے لیکن آپسی اختلافات وخرافات اور وقت کی نزاکت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے خلافت کو حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو سونپ دی۔ جسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۶۰ھ تک بحسن وخوبی انجام دیا اور فتوحات کا سلسلہ کافی بلند رہا، لیکن جیسے ہی حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید بن معاویہؒ کا نام خلافت کیلئے پیش کیا اختلافات نے سر اٹھانا شروع کیا، بہرحال تمام صحابہ کرام نے یزید کے نام پر بیعت کر لی صرف چار صحابہ بشمول حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت سے انکار کیا۔

یزید کی طرف سے مقرر گورنرِ مدینہ ولید بن عتبہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر یزید سے بیعت کی بات کی تو حضرت حسین نے فرمایا ''مجھ جیسا شخص پوشیدہ بیعت نہیں کرتا اور میرے خیال سے تمہارے نزدیک بھی میری خفیہ بیعت کافی نہ ہوگی''، پھر حضرت حسین اپنے تمام اہل وعیال کے ساتھ مکہ روانہ ہو گئے۔ حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب مکہ جا رہے تھے تو ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما راستے میں ملے تو انہوں نے مدینہ سے مکہ آنے کی بات پوچھی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ کا انتقال ہو گیا ہے اور یزید کے لئے بیعت

لی جارہی ہے۔اس موقع پر ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما دونوں نے کہا اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ مت ڈالو۔[الطبری : ۲٥٤/٤]

حضرت حسین کے مکہ میں قیام کے دوران اہل کوفہ کی طرف سے ہزاروں کی تعداد میں خطوط آئے جس کی تعداد ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ میں بارہ ہزار بتائی ہے۔ان خطوط کے ذریعہ کوفیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنے کا عزم کیا تھا۔بہر حال خطوط کی کثرت اور کوفیوں کے مطالبے کو دیکھتے ہوئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا تا کہ معلوم کریں کہ اہل کوفہ واقعی وہی چاہتے ہیں جس کا اظہار انہوں نے خطوط میں کیا ہے۔مسلم بن عقیل کوفہ پہونچ کر اپنے مشن کا آغاز کرتے ہیں،ادھر یزید کی طرف سے مقرر کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر نے لوگوں کو تنبیہ کی اور یزید کی اطاعت کی اپیل کی،البتہ خود مسلم بن عقیل کے خلاف کوئی کاروائی کرنے سے گریز کیا جس سے حامیان یزید میں تاثر پیدا ہوا کہ گورنر کی نرم پالیسی سے حالات خراب ہوسکتے ہیں چنانچہ لوگوں نے یزید کو خبر دی اور فوراً یزید نے کوفہ کا انتظام بھی عبیداللہ بن زیاد کو سونپ دیا جو بصرہ کا پہلے سے گورنر تھا۔

مسلم بن عقیل جب کوفہ آئے تو ہزاروں نے ان کے ہاتھ پر حسین رضی اللہ عنہ کیلئے بیعت کی،چناچہ مسلم بن عقیل نے حضرت حسین کو خط لکھا کہ زمین ہموار ہے اور فوراً کوفہ کیلئے روانہ ہوجائیں۔یہ خبر ملتے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کسی کی بات پر کان نہ دھرتے ہوئے کوفہ کیلئے مع اہل وعیال واعوان روانہ ہوگئے۔حالانکہ صحابہ کرام نے بہت سمجھایا کہ انہوں نے آپ کے والد کو قتل کیا،بھائی حسن کے ساتھ غداری کی،آپ کا کوفہ جانا بالکل مناسب نہیں ہے،لیکن قدر اللہ ماشاء آپ روانہ ہوگئے۔

دوسری طرف مسلم کی سرگرمیوں کے بارے میں ابن زیاد کو پتہ چلا تو سخت اقدامات اختیار کئے جس کی وجہ سے وہ تمام لوگ منتشر ہوگئے جو مسلم بن عقیل کے گرد جمع ہوئے تھے اور حضرت حسین کا ساتھ دینے سے منکر ہوئے۔اب مسلم بن عقیل کو فکر ہوئی کہ حالات کا رنگ بدل گیا ہے ادھر حضرت حسین اور دوسرے لوگ کوفہ کیلئے روانہ ہوگئے ہوں گے لہٰذا انہوں نے ایک قاصد روانہ کیا کہ حضرت حسین ہرگز کوفہ نہ آئیں،اہل کوفہ جھوٹے نکلے،انہوں نے مجھے دھوکہ دیا ہے، خط میں جو حالات میں نے یہاں ذکر کیا تھا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے اور خط پہنچنے تک شاید میں بھی قتل کردیا جاؤں۔بالآخر مسلم بن عقیل بھی قتل کردیئے گئے۔

قاصد نے پیغام حضرت حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا اور پتہ چلا کہ مسلم بن عقیل قتل کردیئے گئے ہیں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے واپسی کا ارادہ کرلیا لیکن قافلے میں موجود مسلم کے بھائی بولے واللہ ہم تو واپس نہیں جائیں

گے۔اپنے بھائی کا انتقام لیں گے پھر حضرت حسین یہ سن کر سفر جاری رکھا، تھوڑے ہی فاصلے پر عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے روانہ کردہ لشکر وہاں آ گیا جسے دیکھ کر حضرت حسین نے اپنا رخ کوفہ کے بجائے کربلا (شام) کی طرف کرلیا۔ابن زیاد کے اس لشکر کے قائد عمر بن سعد بن ابی وقاص تھے۔عمر اس معاملے کو مصالحانہ انداز میں سلجھانا چاہتے تھے۔ابن زیاد کے لشکر نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرلیا۔اس موقع پر حضرت حسین نے تین باتیں رکھیں:

۱۔ مجھے واپس مدینہ جانے دو

۲۔ مجھے کسی سرحد پر جانے کی اجازت دے دو

۳۔ یا مجھے یزید کے پاس جانے دو تا کہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں۔

اس مطالبے کے بعد عمر بن سعد نے ان کی بات کو تسلیم کر کے ابن زیاد کو منظوری کے لیے بھیج دیا لیکن اس نے سخت رویہ اختیار کیا اور کہا کہ پہلے وہ میری بیعت کریں پھر میں انہیں یزید کے پاس جانے دوں گا۔حضرت حسین کی غیرت نے اس بات کا انکار کیا اور کہا ایسا کبھی نہیں ہوسکتا چنانچہ لشکر نے محاصرہ کرلیا۔حضرت حسین نے ان تمام قبائل کا نام لے کر پکارا جنہوں نے خطوط دے کر بیعت کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن سارے لوگوں نے بے وفائی کی اور نتیجتاً جنگ شروع ہوئی جس میں حضرت حسین اپنے بچوں اور اعوان وانصار سمیت مظلومانہ طور پر ۱۰ محرم ۶۱ھ کو شہید کردیئے گئے۔

قارئین کرام: متعدد صحیح روایات کی رو سے واضح ہوتا ہے کہ یزید نے نہ تو حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا اور نہ ہی یہ بات اس کے پیش نظر تھی، بلکہ وہ اپنے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق ان کی تعظیم وتکریم کرنا چاہتے تھے البتہ ان کی خواہش تھی کہ آپ خلافت کے مدعی ہوکر خلافت کے خلاف خروج نہ کریں۔حضرت حسین جب کربلا پہنچے اور آپ رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ کی بے وفائی کا یقین ہوگیا تو دست بردار ہوگئے مگر مخالفوں نے انہیں واپس جانے نہیں دیا بلکہ قیدی بنانا چاہا جسے آپ رضی اللہ عنہ نے نامنظور کیا اور شہید ہوگئے۔یزید اور اس کے خاندان کو جب یہ خبر پہنچی کافی غمزدہ ہوئے بلکہ یزید نے تو یہاں تک کہا" **قبح اللّٰہ ابن مرجانة لو كانت بينه و بينكم رحم او قرابة فافعل هذا بكم** " "عبیداللہ بن زیاد پر اللہ کی پھٹکار ہو واللہ اگر وہ خود حسین کا رشتہ دار ہوتا تو ہرگز قتل نہ کرتا" [تاریخ الطبری ـ ٤ / ٣٥٣ ، والبداية : ١٩٣/٨] پھر اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پسماندگان کی بڑی خاطر تواضع کی اور عزت کے ساتھ مدینہ واپس پہنچا دیا۔بہرحال حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظیم ترین گناہ ہے۔جنہوں نے یہ فعل کیا، جنہوں نے اس جرم میں مدد کی اور جو اس سے خوش ہوا سب عتابِ الٰہی کے سزاوار ہیں۔

یزید نے قاتلوں کا مواخذہ کیوں نہیں کیا؟ یزید پر سب وشتم میں یقین رکھنے والے کہتے ہیں

کہ اگر یزید کا ہاتھ حسین کے قتل میں نہیں تھا یا اسے علم نہیں تھا تو اس نے اپنے گورنر، سپہ سالار کا مواخذہ کیوں نہیں کیا؟

جس طرح کچھ حکمرانوں کی سیاسی مجبوریاں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے انہیں اپنے حکّام کی بعض ایسی کاروائیوں سے بھی چشم پوشی کرنی پڑتی ہے جو سراسر غلط ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہوسکتا ہے یزید کی کچھ سیاسی مجبوریاں رہی ہوں جس کو یزید نے زیادہ اہمیت دے دی ہو۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھئے ان کی خلافت کے مصالح نے انہیں نہ صرف قاتلینِ عثمان سے پردہ پوشی پر مجبور کر دیا بلکہ بڑے بڑے اہم مناصب بھی عطا کر دئے۔

یزید پر سب وشتم کا مسئلہ : یہ ایک مسئلہ ہے جسے بدقسمتی سے رواج حاصل ہو گیا ہے اور اہل سنت کے بڑے علماء اس پر لعنت کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور اس کو حبّ حسین اور حبّ اہل بیت کا لازمی تقاضا سمجھتے ہیں ،حالانکہ یہ اہل سنت کے مسلک سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ علماء کرام نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں نہ یزید کا کوئی ہاتھ ہے، نہ اس نے کوئی حکم دیا اور نہ ہی اس میں اس کی کوئی رضامندی شامل تھی۔

امام غزالی فرماتے ہیں ''حضرت حسین کو یزید کا قتل کرنا یا ان کے قتل کرنے کا حکم دینا ان کے فعل پر راضی ہونا تینوں باتیں درست نہیں ہیں اور جب یہ باتیں یزید کے متعلق ثابت ہی نہیں تو پھر یہ جائز ہی نہیں کہ ان کے متعلق ایسی بدگمانی رکھی جائے کیونکہ کسی مسلمان کے متعلق بدگمانی حرام ہے۔ [وفیات الاعیان : ۴۵۰/۷ ـطبع جدید]

اور مزید فرمایا کہ یزید کیلئے رحمت کی دعا کرنا (رحمۃ اللہ علیہ) کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ اور وہ اس میں داخل ہے جو ہم کہا کرتے ہیں ''**اللھم اغفر للمئومنین والمئومنات**'' اس لیے کہ یزید مومن تھا۔ اسی طرح حضرت حسین کے بڑے بھائی محمد بن حنفیہ کہتے ہیں ''تم ان کے متعلق جو کچھ کہتے ہو میں نے ان میں سے کوئی چیز نہیں دیکھی، میں ان کے یہاں قیام کیا، میں نے انہیں پکّا نمازی، خیر کا متلاشی، مسائل شریعت سے لگاؤ رکھنے والا اور سنت کا پابند پایا۔ [البدایہ والنھایہ: ج:۸ ،ص:۲۳۳]

ان تمام اقوال کے علاوہ وہ حدیث ہمارے سامنے ہونی چاہئے جس میں آپ ﷺ فرمایا:

''**أول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم**'' ''میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) میں حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے'' [صحیح البخاری: ۲۹۲۴]

اس حدیث میں آپ ﷺ نے معرکۂ قسطنطنیہ میں شرکت کرنے والوں کے متعلق مغفرت کی بشارت دی ہے اور یزید اس جنگ کے کمانڈر تھے۔

لہٰذا یزید کو مطعون کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس نے نہ ایسا کرنے کا حکم دیا اور نہ ہی اس عمل کو پسند کیا۔

کیا معرکۂ کربلا حق و باطل کا معرکہ تھا؟ معرکۂ کربلا کو حق و باطل کا نام دینا سرے سے بے بنیاد اور غلط ہے جو خالصتاً رافضی اندازِ فکر کا مظہر ہے۔ اسے حق و باطل کا معرکہ نہ کہنے کے مختلف اسباب ہیں:

۱۔ اگر یہ حق و باطل کا معرکہ ہوتا تو اس معرکے میں تنہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کیوں صف آراء ہوئے جبکہ اس وقت صحابہ کرام کی جماعت کے بہت سے لوگ موجود تھے۔

۲۔ اگر کفر اسلام کی جنگ ہوتی تو صحابہ کرام خود بڑھ کر حملہ کرتے جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ کوچ کرنے سے روک رہے تھے۔ کیا ایسا ممکن تھا؟

۳۔ حضرت حسین جب کوفہ کوچ کرنے کے لیے تیار ہوئے تو ان کے رشتے داروں اور ہمدردوں نے انہیں روکنے کی پوری کوشش کی۔ جس میں ابن عمر، ابن عباس، جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم وغیرہ پیش پیش تھے۔

۴۔ آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کے راستے میں ہی تھے کہ خبر ملی کہ مسلم بن عقیل شہید کردیئے گئے، اس وقت حضرت حسین نے واپسی کا عزم ظاہر کیا لیکن مسلم کے بھائیوں نے بدلے کی بات کہہ کر ان کو چلنے پر آمادہ کر دیا۔ اگر کفر اسلام کا معرکہ ہوتا تو کسی کے قتل سے عزم میں فرق نہیں پڑتا۔ غزوات میں صحابہ کرام شہید کردیئے جاتے تھے لیکن جنگ جاری رہتی تھی۔ راہِ حق میں کسی کی شہادت سے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ ساقط نہیں ہوجاتا۔

۵۔ اگر حق و باطل کی جنگ ہوتی تو بہر حال حضرت حسین رضی اللہ عنہ کسی بھی صورت میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دینے کے لیے تیار نہ ہوتے جیسا کہ تیار ہوگئے تھے۔

ان تمام اسباب پر نگاہ ڈالنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ یہ معرکہ سیاسی نوعیت کا تھا، حق و باطل کا معرکہ نہیں تھا۔

تعزیہ داری کی ایجاد: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت (۶۱ھ) کے تقریباً ۲۹۱ سال بعد معز الدین الدیلمی نے بغداد میں ۳۵۲ھ، ۱۰ محرم کو حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے غم میں تمام دکانوں کو بند کرنے کا حکم صادر کیا، بیع و شراء معطل کیا، لوگوں کو حکم دیا کہ ماتمی لباس پہنیں، نوحہ کریں، عورتیں چہرے سیاہ کر کے کپڑے پھاڑتے ہوئے مرثیہ خوانی اور سینہ پیٹتی ہوئی سڑکوں پر نکلیں۔ شیعوں نے اس حکم کی تعمیل بخوشی کی لیکن اہل سنت خاموش رہے۔ لیکن چونکہ شیعہ حکومت تھی لہٰذا آئندہ سال پھر اسی حکم کا اعادہ کیا لہٰذا شیعہ اور سنی میں فساد برپا ہوا، بہت خوں ریزی ہوئی، اس کے بعد شیعوں نے ہر سال اس رسم کو زیر عمل لانا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ امّت مسلمہ کو ان تمام بدعات و خرافات سے محفوظ رہنے اور صحابہ کرام و سلف صالحین کے فضائل کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کسی پر طعن و تشنیع کرنے سے گریز کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

سید الحفاظ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حنفی علماء کرام کی نظر میں

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علٰی رسولہ الامین ، اما بعد:

محترم قارئین! سلمان ندوی -ہداہ اللہ- نے کہا کہ:

تمام علماء احناف اِس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہیں تھے۔

راقم کہتا ہے کہ مذکورہ دعویٰ بلاشبہ مردود اور باطل ہے کیونکہ کئی جید اور بڑے حنفی علماء کرام نے آپ رضی اللہ عنہ کو فقیہ قرار دیا ہے اور غیر فقیہ کہنے والوں کا رد بھی کیا ہے۔ تفصیل پیش خدمت ہے:

☆ چند حنفی علماء کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

☆ علامہ عبد العزیز بن احمد البخاری الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۳۰ھ) صاحب اصول البزدوی کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اَنَّا لَا نُسَلِّمُ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ- لَمْ يَكُنْ فَقِيهًا بَلْ كَانَ فَقِيهًا وَلَمْ يَعْدَمْ شَيْئًا مِنْ اَسْبَابِ الِاجْتِهَادِ، وَقَدْ كَانَ يُفْتِي فِي زَمَانِ الصَّحَابَةِ، وَمَا كَانَ يُفْتِي فِي ذَالِكَ الزَّمَانَ إِلَّا فَقِيهٌ مُجْتَهِدٌ، وَكَانَ مِنْ عِلْيَةِ اَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَرَضِيَ عَنْهُمْ وَقَدْ دَعَا النَّبِيُّ -عَلَيْهِ السَّلَامُ- لَهُ بِالْحِفْظِ فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ تَعَالَى لَهُ فِيهِ حَتَّى انْتَشَرَ فِي الْعَالَمِ ذِكْرُهُ وَحَدِيثُهُ...... وَقَدْ رَوَى جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ عَنْهُ فَلَا وَجْهَ إِلَى رَدِّ حَدِيثِهِ بِالْقِيَاسِ"

"ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہیں تھے بلکہ آپ فقیہ تھے اور اجتہاد کے اسباب میں سے کوئی چیز آپ میں معدوم نہیں تھی۔ آپ صحابہ کرام کے زمانے میں فتویٰ دیتے تھے اور اُس زمانے میں صرف فقیہ اور مجتہد ہی فتویٰ دیتے تھے۔ آپ جلیل القدر صحابہ کرام میں سے تھے۔ اللہ اُن سب سے راضی ہو اور نبی کریم ﷺ نے آپ کے لئے حفظ کی دعا کی تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں قبول کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ کا ذکر اور آپ کی احادیث کو پھیلا دیا...... اور صحابہ کی ایک جماعت نے آپ سے روایت کیا ہے لہٰذا آپ کی حدیث کو قیاس کی وجہ سے رد کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے" [كشف الاسرار شرح اصول البزدوی: ۲/۳۸۳۔۳۸۴]

☆ شیخ محمد بن محمد اکا کی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۹ھ) فرماتے ہیں:

"علی لا نُسَلِّمُ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ لَمْ يَكُنْ فَقِيهًا بَلْ كَانَ، وَلَمْ يَعْدَمْ شَيْئًا مِنْ اَسْبَابِ الاجْتِهَادِ، وَقَدْ كَانَ يُفْتِي فِي زَمَانِ الصَّحَابَةِ، وَمَا كَانَ يُفْتِي فِي ذَالِكَ الزَّمَانَ إِلَّا فَقِيهٌ مُجْتَهِدٌ"

"ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہیں تھے بلکہ آپ فقیہ تھے اور اجتہاد کے اسباب میں سے کوئی چیز آپ میں معدوم نہیں تھی۔ آپ صحابہ کرام کے زمانے میں فتویٰ دیتے تھے اور اُس زمانے میں صرف فقیہ اور مجتہد ہی فتویٰ دیتے تھے" [جامع الاسرار فی شرح المنار بتحقیق فضل الرحمٰن : ص:٦٧٥]

☆ علامہ عبدالقادر بن محمد القرشی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۷۵ھ) علامہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا مذکورہ قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

" اَبُو هُرَيْرَة رَضِى اللّٰه عَنهُ من فُقَهَاء الصَّحَابَة، ذكر ابْن حزم فى الْفُقَهَاء من الصَّحَابَة"

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقہاء صحابہ میں سے تھے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اِن کو فقہاء صحابہ میں ذکر کیا ہے"

[الجواهر المضية فى طبقات الحنفية بتحقيق الدكتور عبد الفتاح محمد الحلو:٥٤١/٤]

☆ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد، المعروف بابن الہمام الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

" وابو هريره فقيه"

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ ہیں۔" [التحرير فى اصول الفقه، الجامع بين اصطلاح الحنفية و الشافعية:ص:٣١٩]

☆ علامہ شمس الدین محمد بن محمد، المعروف بابن امیر حاج الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۷۹ھ) امام ابن الہمام رحمہ اللہ کے مذکورہ قول کے بعد لکھتے ہیں:

" لَمْ يَعْدَمْ شَيْئًا مِنْ اَسْبَابِ الاجْتِهَادِ ،وَقَدْ اَفْتَى فِي زَمَنِ الصَّحَابَةِ ،وَلَمْ يَكُنْ يُفْتِي فِي زَمَنِهِمْ إِلَّا مُجْتَهِدٌ"

"اجتہاد کے اسباب میں سے کوئی چیز آپ میں معدوم نہیں تھی۔ آپ صحابہ کرام کے زمانے میں فتویٰ دیتے تھے اور اُن کے زمانے میں صرف مجتہد ہی فتویٰ دیتے تھے" [التقرير و التحبير فى شرح التحرير:٢٥١/٢]

☆ فقیہ زین الدین بن ابراہیم، المعروف بابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی: ۹۷۰ھ):

آپ رحمہ اللہ نے صاحب المنار رحمہ اللہ کا تعاقب کیا ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ مانا ہے۔

دیکھیں: [فتح الغفار بشرح المنار:٨٨-٩١]

☆ فقیہ محمد امین بن محمود البخاری، المعروف بامیر بادشاہ الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی: ۹۷۲ھ):

آپ رحمہ اللہ نے بھی امام ابن الہمام رحمہ اللہ کے مذکورہ قول کے بعد وہی بات کہی ہے جو علامہ ابن امیر حاج الحنفی رحمہ اللہ نے کہی ہے۔ دیکھیں: [تیسیر التحریر فی شرح التحریر: ۵۳/۳]

☆ علامہ ابوالحسن علی بن محمد ملا علی القاری الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۰۱۴ھ):

آپ رحمہ اللہ بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ اور مجتہد مانتے ہیں۔

اور فقیہ اور مجتہد ماننے والوں کی تحقیق کی بابت فرماتے ہیں:

"وھذا غایة التحقیق"

"اور یہ تحقیق کی انتہاء ہے۔" [توضیح المبانی و تنقیح المعانی: ص:۳۱۳، و فتح باب العنایة بشرح النقایة بتحقیق محمد نذار وغیرہ: ۳۳۱/۲]

☆ علامہ محمد بن نظام اللکنوی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۲۲۵ھ) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان ابا ھریرة فقیه مجتھد، لا شک فی فقاھته فانه کان یفتی زمن النبی صلی اللّٰہ علیه و آله واصحابه وسلم وبعده"

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ مجتہد ہیں، اُن کی فقاہت میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ آپ نبی کریم ﷺ کے زمانے اور اُس کے بعد والے زمانے میں فتویٰ دیتے تھے" [فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت: ۳۱۱/۳]

اور صاحب مسلم الثبوت کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وقد سبق ان ابا ھریرة فقیه مجتھد، لا شک فیه"

"اور یہ بات گزر چکی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ مجتہد ہیں، اِس میں کوئی شک نہیں ہے" [فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت: ۳۱۱/۳، و بتحقیق عبد اللّٰہ محمود: ۲۲۱/۲]

☆ علامہ محمد بن عبد الہادی السندھی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۱۳۸ھ) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

وَقَوْلُهُمْ: اَبُو هُرَيْرَةَ غَيْرُ فَقِيهٍ ضَعِيفٌ اَيْضًا فَقَدْ ذَكَرَهُ فِي الْإِصَابَةِ مِنْ فُقَهَاءِ الصَّحَابَةِ وَذَكَرَ اَنَّهُ كَانَ يُفْتِي وَمَنْ يَتَتَبَّعُ كُتُبَ الْحَدِيثِ يَجِدُهُ حَقًّا بِلَا رَيْبٍ "

"احناف کا قول: "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقیہ ہیں، یہ بھی ضعیف ہے۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ نے آپ کو اصابہ میں

فقہائے صحابہ میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آپ فتویٰ بھی دیتے تھے اور جو شخص کتب احادیث کا تتبع کرے گا تو وہ اِس کو بلا شبہ حق پائے گا" [حاشية السندى على سنن ابن ماجه:۳۰/۲،و حاشية السندى على سنن النسائى: ۷/ ۲۵٤]

☆ علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی:۱۲۵۲ھ) رقمطراز ہیں:

(قوله:"وجزم فى التحرير بان ابا هريرة فقيه) لانه لَمْ يَعْدَمْ شَيْئًا مِنْ اَسْبَابِ الِاجْتِهَادِ ،وَقَدْ اَفْتَى فِي زَمَنِ الصَّحَابَةِ ،وَلَمْ يَكُنْ يُفْتِي فِي زَمَنِهِمْ إلَّا مُجْتَهِدٌ...... كذا فى التحبير"

(علامہ علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ کا قول:"کہ تحریر میں بالجزم یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ ہیں) کیونکہ اجتہاد کے اسباب میں سے کوئی چیز آپ میں معدوم نہیں تھی۔آپ صحابہ کرام کے زمانے میں فتویٰ دیتے تھے اور اُن کے زمانے میں صرف مجتہد ہی فتویٰ دیتے تھے۔۔۔اِسی طرح تحبیر میں ہے" [نسمات الاسحار وهو شرح على افاضة الانوار: ص:۱۷۹۔۱۸۰]

☆ علامہ محمد عبد الحئی لکھنوی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی:۱۳۰۴ھ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہنے والے کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الثانى:"ان كون ابى هريرة غير فقيه غير صحيح، بل الصحيح انه من الفقهاء الذين كانوا يفتون فى زمان النبى صلى الله على وسلم كما صرح به ابن الهمام فى تحرير الاصول و ابن حجر فى الاصابة فى احوال الصحابة"

دوسرا یہ کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا غیر فقیہ ہونا،صحیح نہیں ہے بلکہ آپ اُن فقہاء میں سے تھے جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں فتویٰ دیتے تھے جیسا کہ امام ابن الہمام رحمہ اللہ نے تحریر الاصول میں اور امام ابن حجر رحمہ اللہ نے اصابہ فی احوال الصحابہ میں صراحت کی ہے" [السعاية فى كشف ما فى شرح الوقاية: ص:۵۱۰]

☆ علامہ محمد انور شاہ کشمیری الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی:۱۳۵۳ھ)

آپ رحمہ اللہ نے پہلے اُن لوگوں کا کلام نقل کیا،جنہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہہ کر اُن کی روایت کو ترک کر دیا اور قیاس پر عمل کرنے کی بات کہی۔پھر فرمایا:

"إن مثل هذا قابل الإسقاط من الكتب فإنه لا يقول به عالم"

"اِس طرح کی باتوں کو کتاب سے نکال دینا چاہیے کیونکہ ایک عالم یہ بات نہیں کہہ سکتا ہے" [العرف الشذى شرح سنن الترمذى:۳۳/۳]

اِس پر مزید یہ کہ آپ رحمہ اللہ نے بعض حنفیہ کا قول نقل کیا کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ غیر فقیہ ہیں، اِن کی بیان کردہ روایت قیاس کے خلاف ہے لہٰذا اِس پر عمل نہیں کیا جائے گا بلکہ قیاس پر عمل کیا جائے گا۔

اِس جواب کی بابت آپ فرماتے ہیں کہ:

"وهذا الجواب باطلٌ، لا يُلْتَفَتُ إليه"

"یہ جواب باطل ہے، اِس کی طرف نہیں دیکھا جائے گا"

پھر فرماتے ہیں: **"ومن يَجْتَرِیء ُعلی ابی هُرَيْرَة فيقول:إنه كان غيرُ فقيهٍ؟"**

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہنے کی جسارت کون کرسکتا ہے؟"[فيض الباری علی صحيح البخاری:۳/۴۵۰]

☆ علامہ محمد بخیت بن حسین المطیعی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی:۱۳۵۴ھ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہنے والے کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فان ابا هريرة فقيه مجتهد، لا شک فی فقاهته فانه كان يفتی فی زمن النبی ﷺ و بعده"

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ مجتہد ہیں، اُن کی فقاہت میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ آپ نبی کریم ﷺ کے زمانے اور اُس کے بعد والے زمانے میں فتویٰ دیتے تھے"[نهاية السول فی شرح منهاج الاصول ومعه سلم الاصول:۳/۱۵۳]

☆ مفتی محمد تقی عثمانی الحنفی حفظہ اللہ سرخی لگاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الرد علٰی من قال:ان ابا هريرة لم يكن فقيها"

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہنے والے کا رد"

پھر فرماتے ہیں: **......فان ابا هريرة فقيه مجتهد لا شک فی فقهه فانه كا ن يفتی فی زمن رسول اللّٰه ﷺ و بعده وكان يعارض فقهاء الصحابة فی فتاويهم و اقوالهم كما روی فی الخبر الصحيح انه خالف ابن عباس فی عدة الحامل المتوفی عنها......"**

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ مجتہد ہیں، اِن کی فقاہت میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ آپ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اور اُس کے بعد کے زمانے میں فتویٰ دیتے تھے اور فقہائے صحابہ کے اقوال اور اُن کے فتاویٰ سے معارضہ کرتے تھے جیسا کہ صحیح خبر میں مروی ہے کہ آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ایک ایسی حاملہ عورت کی عدت کے بارے میں جس کا شوہر انتقال کر گیا ہو"

پھر کئی کتابوں کے اقتباس اور عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کا ایک قصہ نقل کر کے فرمایا:

"و فیہ دلیل علٰی انہ کان یفتی فی زمن عمر ولم یکن یفتی فی زمنہ الا فقیہ فاعلم ذالک واللہ یتولی ھداک"

"اِس قصے میں دلیل موجود ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتویٰ دیتے تھے اور آپ کے زمانے میں صرف فقیہ فتویٰ دیتے تھے لہٰذا اِسے جان لیجیے اور اللہ ہی آپ کی ہدایت کا ولی ہے" [اعلاء السنن للعثمانی بتحقیق محمد تقی عثمانی ،تحت الحدیث:٤٦٣٤، ص:٨٨-٨٧]

☆ شیخ عبدالمجید الترکمانی الحنفی حفظہ اللہ سرخی لگاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الصحابی الجلیل ابو ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ فقیہ مجتھد"

"جلیل القدر صحابی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ مجتہد ہیں"

پھر فرماتے ہیں:

"ان الرای الصحیح المحقق عند المحققین من الحنفیۃ انہ فقیہ مجتھد بلا ریب"

"محققین حنفیہ کے نزدیک صحیح اور محقق رائے یہ ہے کہ بلاشبہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ مجتہد ہیں" [دراسات فی اصول الحدیث علی منھج الحنفیۃ:ص:٢٧٣]

ابھی اور بھی اقوال ہیں لیکن انہی پر اکتفاء کیا جا تا ہے۔مزید حنفی علماء کرام کے نام کے لیے دراسات فی اصول الحدیث کا مطالعہ مفید رہے گا۔

(ایک ندوی عالم کا موقف) سید سلیمان الندوی الحسینی رحمہ اللہ (المتوفی:۱۳۷۳ھ) نے کثرت سے حدیث بیان کرنے والے صحابہ کا نام بتاتے ہوئے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام بھی شمار کیا۔پھر فرمایا:

"وکل ھولاء کانوا یعدون من فقھاء الصحابۃ"

"یہ سب کے سب فقہائے صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں"

نیز آپ رحمہ اللہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد بھی مانتے تھے۔

دیکھیں: [سیرۃ السیدۃ عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنھا:ص:٢٤٣و٢٤٥]

قارئین! یہ بھی ایک ندوی عالم ہیں جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ اور مجتہد مانتے تھے اور ہمارے مابین بھی ایک ندوی ہے جس کا حال دنیا جانتی ہے۔اللہ اسے ہدایت دے اور اپنے ایمان اور ضمیر کی حفاظت کرنے کی توفیق دے۔

☆ صاحب اصول شاشی کا تعاقب:

سلمان ندوی-ہداہ اللہ - نے اپنی بات کی تائید میں اصول شاشی کی ایک عبارت پیش کی تھی۔اُس عبارت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے جو بات کہی گئی تھی،اُس کے رد میں علماء کے اقوال پیش کرتا ہوں۔ملاحظہ فرمائیں:

(۱) استاذ الحدیث مولانا عبدالغفار حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

مصنف رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام اِس دوسری قسم میں ذکر کیا ہے لیکن درحقیقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں اجتہاد واستنباط کا ملکہ موجود تھا اگرچہ اُن پر اکثار روایت کا غلبہ تھا۔۔۔پھر اُن کے مجتہد ہونے کی ایک دلیل پیش کی۔(صفوۃ الحواشی شرح اصول الشاشی:ص:۴۷۰،ناشر مکتبہ فریدیہ اسلام آباد)

(۲) استاذ الحدیث مولانا محمد اصغرعلی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہنا بھی غلط ہے کیونکہ وہ فقیہ صحابی ہیں،کئی مسائل میں ان کا اپنا مذہب ہے اور کئی مسائل میں وہ کئی صحابہ سے اختلاف رکھتے ہیں اور یہی ان کے فقیہ ہونے کی دلیل ہے اور مصنف رحمہ اللہ نے جو دو مثالیں بیان کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غیر معروف بالفقہ ہیں لیکن یہ مصنف کا سہو ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔(اجود الحواشی اردو شرح اصول الشاشی:ص:۳۴۹۔۳۵۰)

(۴) استاذ دارالعلوم دیوبند مولانا جمیل احمد سکروڈھوی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

اِس جگہ ایک اعتراض ہے وہ یہ کہ ابو ہریرہ کو غیر فقیہ کہنا غلط ہے،حضرت امام اعظم بھی اُن کو فقیہ مانتے ہیں اور ابو ہریرہ غیر فقیہ کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ وہ عہد رسالت میں بھی فتویٰ دیتے تھے اور بعد میں بھی اور فقہاء صحابہ سے اُن کے فتویٰ میں معارضہ کرتے تھے۔۔۔پھر تذکرۃ الحفاظ سے امام ذہبی رحمہ اللہ کا قول پیش کیا،پھر فرمایا:الحاصل ابو ہریرہ کو غیر فقیہ اور غیر مجتہد قرار دینا اور یہ کہنا کہ امام صاحب نے مخالف قیاس ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو ترک کیا ہے،غلط ہے۔(اجمل الحواشی علیٰ اصول الشاشی:ص:۳۰۵)

(خلاصۃ التحقیق) سید الحفاظ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کئی جید اور بڑے حنفی کرام کی نظر میں فقیہ،مجتہد اور مفتی تھے اور اُن علماء کرام نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہنے والوں کا رد بھی کیا ہے لہٰذا سلمان ندوی-ہداہ اللہ - کا یہ کہنا کہ تمام علماء احناف اِس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہیں تھے،بلا شبہ مردود اور باطل ہے۔

☆☆☆

☆

عوسجۃ بن الرماح الکوفی رحمہ اللہ

جرح وتعدیل کے میزان پر

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

الحمد للّٰہ وحدہ، والصلاۃ والسلام علٰی من لا نبی بعدہ، اما بعد:

☆ نام ونسب: عوسجہ بن الرماح الکوفی رحمہ اللہ

☆ استاذ: عبداللہ بن ابی ہذیل الکوفی رحمہ اللہ

☆ شاگرد: عاصم بن سلیمان الاحول البصری رحمہ اللہ

آپ رحمہ اللہ صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مسند احمد اور عمل الیوم واللیلۃ للنسائی وغیرہ کے راوی ہیں۔

آپ کی بابت ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال پیش خدمت ہیں:

☆ **معدلین:**

☆ امام ابوزکریا یحیٰی بن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳ھ)

"**ثقۃ**"، "**آپ ثقہ ہیں**" [الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی:۷/۲٤،ت:۱۳۱،واسنادہ صحیح]

☆ امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی ،المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ) نے موصوف کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔[الثقات بتحقیق مجموعۃ من العلماء:۷/۲۹۸، ت:۱۰۱۵۷]

نیز اپنی صحیح میں اِن سے روایت بھی لی ہے۔

دیکھیں:[صحیح ابن حبان بتحقیق الارنؤط:۳/۲۳۹، ح: ۹۵۹و ۵/۳٤۲،ح:۲۰۰۲]

☆ امام ابوالحسن علی بن ابوبکر الہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۰۷ھ)

"**وھو ثقۃ**"

"**آپ ثقہ ہیں**" [مجمع الزوائد ومنبع الفوائد بتحقیق حسام الدین القدسی: ۱۰/ ۱۷۳، ح: ۱۷۳٦۳]

☆ امام ابوبکر محمد بن اسحاق السلمی ،المعروف بابن خزیمہ رحمہ اللہ (المتوفی:۳۱۱ھ) نے اپنی صحیح میں اِن سے احتجاجاً روایت لی ہے۔

دیکھیں:[صحیح ابن خزیمة بتحقیق الاعظمی : ۳٦٢/۱،ح:۷۳٦]

☆ **جارحین:**

میرے علم کی حدتک ائمہ جرح وتعدیل کے کسی بھی امام نے موصوف رحمہ اللہ پر کسی بھی قسم کی کوئی جرح نہیں کی ہے سوائے درج ذیل دوائمہ کرام کے:

(۱) امام ابوالحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۸۵ھ)

"شبه مجهول ،لا يروى عنه غير عاصم، لا يحتج به لكن يعتبر به"

''یہ مجہول کے مشابہ ہیں، اِن سے عاصم بن سلیمان الاحول کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ہے، اِن سے احتجاج نہیں کیا جائے گا لیکن اِن کا اعتبار کیا جائے گا'' (یعنی اِن سے متابعۃً روایت لی جائے گی)۔[سوالات ابی بکر البرقانی للدارقطنی فی الجرح والتعدیل بتحقیق الدکتور عبد الرحیم :ص:۵۷،ت(۳۹٤)]

اِس قول کا تعاقب کرتے ہوئے :

☆ **تحریر تقریب التہذیب کے مؤلفین فرماتے ہیں:**

"اما قول الدارقطنی: شبه مجهول ،لا يروى عنه غير عاصم (الاحول)،لا يحتج به ولكن يعتبر به فمدفوع بتوثيق يحيى بن معين له"

''رہی بات امام دارقطنی رحمہ اللہ کے اِس قول کی کہ یہ مجہول کے مشابہ ہیں، اِن سے عاصم بن سلیمان الاحول کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ہے، اِن سے احتجاج نہیں کیا جائے گا لیکن اِن کا اعتبار کیا جائے گا تو یہ امام ابن معین رحمہ اللہ کی توثیق کی وجہ سے مردود ہے''[تحریر تقریب التہذیب:۱۲۵/۳،ت(۵۲۱۳)]

☆ **دکتور سمیر بن سلیمان حفظہ اللہ فرماتے ہیں:**

"ولا يوثر قول الدارقطني فيه: شبه المجهول، لا يروى عنه غير عاصم، لا يحتج به، لكن يعتبر به، إذ ان الدارقطني لم يذكر علة في جرحه غير عدم رواية اكثر من واحد عنه، وهذه موثرة في الراوى إذا لم يوثق، اما وانه قد وثق فلا حجة لمن جرحه"

امام دارقطنی رحمہ اللہ کا یہ قول: ''یہ مجہول کے مشابہ ہیں، اِن سے عاصم بن سلیمان الاحول کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ہے، اِن سے احتجاج نہیں کیا جائے گا لیکن اِن کا اعتبار کیا جائے گا عوسجہ رحمہ اللہ کی بابت مؤثر نہیں ہے کیونکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اپنی جرح کی علت صرف یہ بتائی ہے کہ اِن سے صرف ایک راوی نے روایت کیا ہے اور یہ

اُس راوی کے سلسلے میں مؤثر ہے جس کی توثیق نہ کی گئی ہو اور عوسجہ رحمہ اللہ کی توثیق کی گئی ہے لہٰذا اِن پر جرح کرنے والے شخص کا قول حجت نہیں ہے'' [المطالبُ العالیَةُ بِزَوَائِدِ المسَانید الثّمَانِیَةِ بتحقیق سمیر: ٤٩٩/١١، تحت الحدیث(٢٥٩٣)]

(۲) حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ):

"مقبول"

''متابعت کے وقت مقبول ہیں، ورنہ لین الحدیث ہیں'' [تقریب التھذیب بتحقیق ابی الاشبال الباکستانی: ص: ٧٥٧، ت:(٥٢٤٨)]

اِس قول کا تعاقب کرتے ہوئے :

☆ تحریر تقریب التہذیب کے مؤلفین فرماتے ہیں:

"بل ثقة، وثقه ابن معين وذكره ابن حبان فى الثقات"

''بلکہ ثقہ ہیں، امام ابن معین رحمہ اللہ نے اِن کی توثیق کی ہے اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے انہیں کتاب الثقات میں نقل کیا ہے'' [تحریر تقریب التھذیب:١٢٥/٣، ت:(٥٢١٣)]

☆ دکتور سمیر بن سلیمان حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

"قال فى التقريب (ص: ۴۳۳) مقبول، مع انه نقل فى التهذيب (۱۴۷/۸) توثيق ابن معين له، فعليه يكون ثقة"

امام ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں مقبول کہا ہے باوجود اِس کے کہ آپ نے تہذیب میں عوسجہ بن الرماح کی بابت امام ابن معین رحمہ اللہ کی توثیق نقل کی ہے لہٰذا آپ ثقہ ہیں۔ [المطَالبُ العَالیَةُ بِزَوَائِدِ المسَانید الثّمَانِیَةِ بتحقیق سمیر: ٤٩٩/١١، تحت الحدیث(٢٥٩٣)]

☆ اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت ہیں:

(تنبیہ نمبر:۱) امام ابن حبان البستی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

"عَوْسَجَة بْن الرماح من اهل الْكُوفَة، يَرْوِى عَن عَبْد اللّٰهِ بن اَبى الْهُذَيْل عَن ابْن مَسْعُود، روى عَنهُ عَاصِم بْن بَهْدَلَة"

''عوسجہ بن الرماح اہل کوفہ میں سے ہیں۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی ہذیل سے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے طریق

سے روایت کیا ہے اور اُن سے عاصم بن بہدلہ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے"[الثقات بتحقیق مجموعة من العلماء ۷/۲۹۸، ت:(۱۰۱۵۷)]

راقم عرض کرتا ہے کہ عوسجۃ بن الرماح الکوفی رحمہ اللہ سے عاصم بن سلیمان الاحول نے روایت کیا ہے، نہ کہ عاصم بن بہدلہ نے جیسا کہ صحیح ابن حبان (بتحقیق الارنوؤط:۵/۳۴۲، ح:۲۰۰۲) وغیرہ میں صراحت ہے اور ائمہ کرام و محققین حضرات نے بھی یہی بات کہی ہے لہٰذا امام ابن حبان رحمہ اللہ کا روی عَنہُ عَاصِم بُن بَہْدَلة کہنا صحیح نہیں ہے۔

(تنبیہ نمبر:۲) علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ولذالک لم یوثقه الحافظ فی التقریب، بل قال فیه: مقبول"

"اور امام دارقطنی رحمہ اللہ کے قول کی وجہ سے حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے تقریب میں عوسجہ بن الرماح الکوفی رحمہ اللہ کی توثیق نہیں کی ہے بلکہ اُس میں اِن کو مقبول کہا ہے"[إرواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل: ۱/ ۱۱۶، تحت الحدیث:۷٤]

راقم کہتا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب التہذیب میں عوسجہ رحمہ اللہ کے ترجمے میں امام ابن معین رحمہ اللہ کی توثیق کا ذکر کیا ہے اور اِسی توثیق کی وجہ سے آپ نے اپنی ایک دوسری کتاب میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کے قول کا تعاقب بھی کیا ہے۔ آپ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"قال الدارقطنی:مجهول. قلت: وثقه ابن مَعِین"

"امام دارقطنی رحمہ اللہ نے عوسجہ رحمہ اللہ کو مجہول کہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام ابن معین رحمہ اللہ نے اِن کو ثقہ کہا ہے"[لسان المیزان بتحقیق ابی غدة:۹/۳۸۸، ت:(۲۱٤٥)]

لہٰذا علامہ البانی رحمہ اللہ کی بات محل نظر ہے اور حافظ رحمہ اللہ نے عوسجہ الکوفی کو مقبول کیوں کہا؟ اِس کی وجہ مجھے معلوم نہیں ہوسکی۔ واللہ اعلم

(خلاصۃ التحقیق) عوسجۃ بن الرماح الکوفی رحمہ اللہ ثقہ صحیح الحدیث راوی ہیں۔ والحمدللہ علیٰ ذالک

(فائدہ) کسی ثقہ راوی کے لیے یہ بات مضر نہیں ہے کہ اُس سے فقط ایک راوی روایت کرے جیسا کہ امام ابن القطان الفاسی رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ نیز دیگر ائمہ کرام کے اقوال اور اُن کے تعامل سے بھی آپ رحمہ اللہ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

(دیکھیں راقم کا مضمون ہشام بن عمرو الفزاری رحمہ اللہ جرح وتعدیل کے میزان پر)۔

کتاب ''چار دن قربانی'' پر اعتراضات کے جوابات

زبیر یحییٰ عالیاوی

استاذ محترم شیخ کفایت اللہ سنابلی حفظہ اللہ نے چار دن قربانی کی مشروعیت پر ایک تحقیقی کتاب تالیف فرمائی ہے، جس کا نام ہے ''چار دن قربانی کتاب وسنت کی روشنی میں'' اس کتاب پر بلال محمدی صاحب نے کچھ اعتراضات کئے ہیں، اس مضمون میں ان اعتراضات کے جوابات پیش کئے جاتے ہیں۔

بعض لوگ صرف تین دن قربانی کے قائل ہیں، لیکن اس قول پر نہ تو قرآن کی کوئی نص موجود ہے اور نہ ہی صحیح حدیث سے کوئی نص ثابت ہے۔

اور جس مسئلہ پر قرآن اور صحیح حدیث سے کوئی نص موجود نہ ہو وہ مسئلہ دین ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ دین زمین پر نہیں بنتا بلکہ آسمان سے وحی یعنی قرآن یا حدیث کی شکل میں نازل ہوتا ہے۔

اللہ کا فرمان ہے:

﴿اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ﴾

''جو چیز تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس کی اتباع کرو اور اس کے علاوہ دوسرے اولیاء کی پیروی نہ کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو'' [الأعراف:٣]

استاد محترم شیخ سنابلی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

دین اسلام، اللہ کے نبی ﷺ کے دور میں مکمل ہو چکا ہے، اللہ کے نبی ﷺ کی وفات کے بعد اہل علم اپنے فہم وتدبر سے دین کی تشریح وتعبیر تو کر سکتے ہیں لیکن دین سازی ہرگز نہیں کر سکتے۔

لہٰذا عہد رسالت کے بعد کسی امتی کا کوئی قول جو اصل دلیل کتاب وسنت یعنی وحی سے خالی ہو وہ دین ہو ہی نہیں سکتا، اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس قول کے قائل کے پاس دلیل تو ہوگی لیکن بعد میں مفقود ہوگئی کیونکہ دین کا کوئی حصہ مفقود نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ لہٰذا دلیل سے خالی اس طرح کے اقوال کو زیادہ سے زیادہ اجتہادی آراء کہہ سکتے ہیں لیکن انہیں دین کی حیثیت نہیں دی جا سکتی۔

سخت حیرت کی بات کہ کچھ لوگ ایام قربانی کے بارے میں یہ اعتراف کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث حتیٰ کہ اجماع سے بھی اس بارے میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے پھر اس اعتراف کے بعد وہ صحابہ کے مختلف فیہ اقوال میں سے صرف ایک قول لے کر اسے ہی دین باور کراتے ہیں حالانکہ اگر ان کے اعتراف کے مطابق ایام قربانی کے بارے میں کتاب وسنت یعنی اصل دین (وحی) سے کوئی دلیل نہیں ہے تو پھر اس بارے میں کسی کا قول اصل دلیل کتاب وسنت یعنی (وحی) سے خالی ہونے کے سبب دین بن ہی نہیں سکتا۔

مزید یہ کہ اس مسئلہ میں اختلاف مسلم ہے اور کسی مسئلہ میں اختلاف کی صورت میں اللہ کا حکم یہ ہے کہ اسے کتاب وسنت کی طرف پلٹا جائے یعنی اختلاف کی صورت میں صرف وہی بات معتبر ہوگی جو براہ راست قرآن وحدیث سے ہی معلوم ہو۔

لہٰذا کوئی ایسا قول جس کے بارے میں یہ مسلم ہو کہ وہ متفق علیہ نہیں ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن یا حدیث سے وہ ثابت بھی نہیں ہے تو وہ قول دین ہرگز نہیں بن سکتا۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۶) نے اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا:

" **فلا توجد شريعة باختلاف لا نص فيه**"

''جس مسئلہ میں اختلاف ہو اور نص نہ ہو تو وہ مسئلہ شریعت نہیں بن سکتا'' [المحلى لابن حزم، ت بيروت:٦/٤٢]

ایام قربانی سے متعلق صرف تین دن والے قول کی یہی حیثیت ہے کیونکہ حصر کے ساتھ صرف تین دن کا قول نہ قرآن سے ثابت ہے نہ کسی صحیح حدیث سے حتیٰ کہ کسی ضعیف یا من گھڑت حدیث میں بھی اس کا سراغ نہیں ملتا۔ بس صرف ایک صحابی قول کا ہے اور اس پر بھی دوسرے صحابہ کا اختلاف موجود ہے۔ (چاردن قربانی کتاب وسنت کی روشنی میں: ص:۱۵۸-۱۵۹)

اس کے برخلاف چاردن قربانی کا قول قرآن، صحیح حدیث سے ثابت ہے نیز بعض صحابہ سے بھی ثابت ہے، اور تابعین کا تو چاردن قربانی پر اتفاق ہے، اس کے بعد جمہور اہل علم نے بھی اسی موقف کو اپنایا ہے کہ قربانی چاردن ہے۔

قرآنی آیات:

پہلی آیت:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى﴾

’’تم گنتی کے چند دنوں میں اللہ کا ذکر کرو، پس جو کوئی دو دن گزار کر (منیٰ سے) جلدی روانہ ہونا چاہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور جو دیر میں نکلنا چاہے (یعنی تین دن گزار کر) تو اس پر بھی جو پرہیز گاری کرے گا کوئی گناہ نہیں ہے‘‘ [البقرة:۲۰۳]

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی چار دن ہے، کیونکہ اس میں اللہ کے ذکر سے مراد قربانی کا جانور ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لینا ہے۔ جیسا کہ آگے پیش کردہ آیت سے واضح ہے۔

اور یہاں یہ حکم ایام معدودات میں دیا گیا ہے، اور ایام معدودات سے مراد باتفاق مفسرین ایام تشریق ہیں، یعنی یوم النحر کے بعد تین دن ہیں۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

عن ابن عباس، فی قوله: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ﴾ [البقرة:۲۰۳] قال: ’’أيام التشريق‘‘

ابن عباس رضی اللہ عنہ اللہ کے قول ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ﴾ ’’تم گنتی کے چند دنوں میں اللہ کا ذکر کرو‘‘ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایام تشریق ہیں۔ [تفسير الطبری: ۲۰۸/٤، وسنده صحيح]

بعض اہل علم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

أبوبکر الرازی الجصاص الحنفی (م ۳۷۰) لکھتے ہیں:

’’ولا خلاف بين أهل العلم أن المعدودات أيام التشريق‘‘

’’اہل علم کے یہاں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں‘‘ [أحكام القرآن للجصاص: ۳۸۲/۱]

أبوعبداللہ شمس الدین قرطبی (م ۶۷۱) لکھتے ہیں:

’’لا خلاف بين العلماء أن الأيام المعدودات فی هذه الآية هی أيام منی، وهی أيام التشريق‘‘

’’علماء کے مابین اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس آیت میں ایام معدودات سے مراد ایام منیٰ ہیں اور یہ ایام تشریق ہیں‘‘ [الجامع لأحكام القرآن: ۱/۳]

پھر جب باجماع امت ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں، یعنی عید کے بعد تین دن مراد ہیں، تو انہی دنوں

میں قربانی کے جانوروں پر اللہ کے ذکر کا حکم ہے، اس سے ثابت ہوا کہ یوم النحر کے ساتھ مزید تین دن یعنی چار دن قربانی کرنا جائز ہے۔

امام واحدی رحمہ اللہ (م ۴۶۸) لکھتے ہیں:

”قوله تعالٰی: ﴿واذكروا اللّٰه فى أيام معدودات﴾[البقرة:۲۰۳] **يعنى: أيام التشريق......وهذه الأيام الثلاثة من يوم النحر كلها أيام النحر“**

” اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿واذكروا اللّٰه فى أيام معدودات﴾ (گنتی کے چند دنوں میں اللہ کا ذکر کرو) اس سے مراد ایام تشریق ہیں، اور تشریق کے یہ تینوں دن، یوم النحر کے ساتھ سب کے سب قربانی کے دن ہیں“ [التفسير الوسيط للواحدى: ۳۰۸/۱]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ (م ۷۷۴) لکھتے ہیں:

” ويتعلق بقوله: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِى أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ﴾ ذكْرُ اللّٰه على الأضاحى، وقد تقدم، وأن الراجح فى ذالک مذهب الشافعى، رحمه اللّٰه، وهو أن وقت الأضحية من يوم النحر إلى آخر أيام التشريق“

اللہ کے قول: ” ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِى أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ﴾ (گنتی کے چند دنوں میں اللہ کا ذکر کرو) سے مراد قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے وقت ان پر اللہ کا نام لینا ہے، اس بارے میں راجح مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے، وہ یہ کہ قربانی کا وقت عید کے دن سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن تک ہے“ [تفسير ابن كثير: ۵۶۱/۱]

دوسری آیت:

﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِى أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾

”اور ان مقررہ دنوں میں اللہ نے جو چوپائے ان کو بخشے ہیں ان پر (ذبح کے وقت) اللہ کے نام کا ذکر کریں“ [الحج:۲۸]

اس آیت میں یہ بات تو طے ہے کہ اللہ نے قربانی کے جانور پر اللہ کا نام ذکر نے کا حکم دیا ہے، رہا مسئلہ یہ کہ یہاں ایام معلومات سے کون سے دن مراد ہیں، تو یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ قرآن کی سب سے بہتر تفسیر وہ ہے جو قرآن ہی کی دوسری آیت سے ثابت ہو۔

اوراس سے پہلے سورہ بقرہ کی جو آیت پیش کی گئی ہے اس میں بھی یہی حکم موجود ہے اور وہاں ایام معدودات کے الفاظ ہیں جس سے باجماع امت ایام تشریق مراد ہیں یعنی عید کے بعد کے تین دن۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں بھی عید کے بعد کے تین دن مراد ہیں۔

شیخ المفسرین امام طبری رحمہ اللہ (م ۳۱۰) لکھتے ہیں:

" وهنّ أيام التشريق فى قول بعض أهل التأويل"

"ایام معلومات یہ بعض مفسرین کے قول کے مطابق ایام تشریق ہیں" [تفسير الطبرى :۶۱۰/۱۸]

یہی تفسیر درست ہے کیونکہ یہ خود قرآن ہی کی دوسری آیت سے معلوم ہوتی ہے، جو پہلے ذکر ہوچکی ہے۔

ثابت ہوا کہ عید کے بعد کے ان تینوں دنوں میں بھی قربانی کرنا جائز ہے، یعنی عید کو ملا کر قربانی کے کل چار دن ہیں۔

أبو إسحاق الزجاج (م ۳۱۱) فرماتے ہیں:

﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾" يعنى به يومَ النحر والأيَّامُ التى بعده يُنْحَرُ فِيهَا لأن الذكر ههنا يدل على التسمية علٰى ما يُنْحَر"

(اوران مقررہ دنوں میں اللہ نے جو چوپائے ان کو بخشے ہیں ان پر (ذبح کے وقت) اللہ کے نام کا ذکر کریں)

"اس سے مراد یوم النحر اوراس کے بعد کے ایام ہیں جن میں قربانی کی جاتی ہے کیونکہ یہاں اللہ کا نام ذکر کرنے سے مراد جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ہے" [معا نى القرآن وإعرابه للزجاج :۴۲۳/۳]

یہاں أبو إسحاق الزجاج نے یوم النحر کے بعد "یَومَان" نہیں بلکہ ایام کہا ہے، جس سے واضح ہے کہ وہ یوم النحر کے بعد والے تین دن کو بھی قربانی کا دن بتلا رہے ہیں۔

ابوحفص سراج الدین نعمانی (م ۷۷۵) نے أبو إسحاق الزجاج سے صراحتاً یہی بات نقل کرتے ہوئے کہا:

وروى عن على:"أنها يوم النحر وثلاثة أيام بعده، وهو اختيار الزجاج. لأن الذكر علٰى بَهِيمَةِ الأَنعَامِ يدل على التسمية علٰى نحرها"

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "کہ ایام معلومات یوم النحر اوراس کے بعد کے تین دن ہیں زجاج نے اسی کو اختیار کیا ہے، کیونکہ چوپایوں پر ذکر سے مراد ان کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ہے" [اللباب فى علوم الكتاب: ۷۵/۱۴]

امام ابن حزم رحمہ اللہ (م ۴۵۶) فرماتے ہیں:

وقال تعالٰی : ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾[الحج:۲۸]"**فهذه بلا شک أيام النحر التی تنحر فيها بهيمة الأنعام، وهی يوم النحر وثلاثة أيام بعده**"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ان مقررہ دنوں میں اللہ نے جو چوپائے ان کو بخشے ہیں ان پر (ذبح کے وقت) اللہ کے نام کا ذکر کریں''، ''پس بلا شک وشبہ یہ قربانی کے دن ہیں، جن میں چوپایوں کو ذبح کیا جاتا ہے، اور یہ یوم النحر اور اس کے بعد کے تین دن ہیں'' [المحلی لابن حزم، ط بیروت:۳۱۹/۵]

امام ابن حزم رحمہ اللہ ذی الحجہ کے آخری دن تک قربانی کے قائل ہیں، لیکن یہاں یہ فرمارہے ہیں کہ یوم النحر اور اس کے بعد تین دن یعنی ان چار دنوں میں تو قربانی کے جواز میں کسی کو کوئی شک ہی نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اللہ نے اس آیت میں ان دونوں کا ذکر کرکے ان میں قربانی کرنے کا حکم دیا ہے۔

امام واحدی رحمہ اللہ (م ۴۶۸) اسی آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

"**وأول وقت الذبح إذا مضى صدر يوم النحر إلى أن تغرب الشمس من آخر أيام التشريق**"

'' قربانی کا ابتدائے وقت یوم النحر کا شروع حصہ گزرنے کے بعد سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن سورج غروب ہونے تک ہے'' [التفسير الوسيط للواحدی :۲۶۸/۳]

أبو الحسن، المعروف بالخازن (م ۷۴۱) لکھتے ہیں:

"**وفيه دليل علٰى أنّ الأيام المعلومات يوم النحر وأيام التشريق لأنه التسمية علٰى بهيمة الأنعام عند نحرها ونحر الهدايا يكون فی هذه الأيام**"

''اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایام معلومات یوم النحر اور ایام تشریق ہیں کیونکہ چوپایوں پر ان کے ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا مراد ہے، اور چوپایوں کو انہی دنوں میں ذبح کیا جاتا ہے'' [تفسير الخازن :۲۵۵/۳]

اس کے برخلاف جن اہل علم سے یہ منقول ہے کہ ایام معلومات سے یوم النحر اور اس کے بعد دو دن مراد ہیں ان کی بات غیر مقبول ہے، کیونکہ وہ خود قرآن کی دوسری آیت سے ثابت شدہ تفسیر کے خلاف ہے۔

غروب ہونے کا مطلب زوال نہیں ہوتا

بشریٰ عبدالسلام نوریہ (کالسیکر کالج، ممبرا)

عجیب بات ہے کہ زندگی آسان ہو رہی ہے مگر لوگ مایوس ہو رہے ہیں، انسان کی فطرت بھی بہت عجیب ہوتی ہے، اسے زندگی میں سب کچھ اپنے من کے مطابق چاہیے ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ناامید اور مایوس ہو جاتا ہے، زندگی بھی عجیب ہے، کبھی کبھی اتنی خوبصورت لگتی ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا رشتہ زندگی سے ہمیشہ جڑا رہے لیکن کبھی کبھی یہ زندگی ہماری امید و توقعات کو پورا کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ اور تب دل کرتا ہے کہ اب زندگی ختم ہی ہو جائے اس میں دکھ درد کے سوا کچھ نہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ دکھ اور درد میں وقت طویل سے طویل ہو جاتا ہے اور اس سفر میں انسان تھکان، ہار، مایوسی اور ناامیدی کا شکار ہو جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دل کا موسم اچھا ہو تو باہر کا منظر بھی حسین لگتا ہے اور اگر اندر ہی ویرانی ہو تو باہر کی رونقیں بھی بے کار معلوم ہوتی ہیں۔ اس ناامیدی مایوسی میں انسان اپنا وجود بھی کھو بیٹھتا ہے، انسان کی امید اس کا یقین پست ہو جاتا ہے اور زندگی بے رنگ لگنے لگتی ہے۔

مگر یاد رکھیے!! کچھ بھی ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتا ہے، وقت کی ایک خوبصورتی یہ بھی ہے کہ وہ ایک جیسا نہیں ہوتا ہے، اگر مشکل ہو تو آسانی بھی ملتی ہے، مشکلات کے بادل چاہے کتنے ہی کالے کیوں نہ ہوں آسانی کی صبح کا سورج ضرور طلوع ہوتا ہے۔ اس لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ انسان کو کبھی ہمت نہیں ہارنی چاہئے بلکہ مشکل وقت آنے پر ہمت سے اس کا سامنا کرنا چاہئے۔ انسان اگر اپنے امید و یقین کے چراغ کو ہمیشہ جلائے رکھے تو اس کی روشنی سے باطنی و ظاہری طریقے سے مزید مضبوط ہو جاتا ہے، اور وہ اس حقیقت سے بھی آشنا ہوتا ہے کہ یہ زوال اور مشکلات سب انسان کی ہمت اور کوشش کو دیکھنے کے قدرت کے بنائے ہوئے پیمانے ہیں۔ پس وہ خیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی آزمائش کو فتح کرے اور کامیاب ہو۔

کیونکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان اپنی کامیابی سے اتنا مضبوط نہیں ہوتا جتنا وہ اپنے ناکامی و زوال سے مضبوط ہوتا ہے۔ منفی خیالات انسان کو کمزور کر دیتے ہیں اور انسان کی سورج کو الجھا دیتے ہیں۔ اس لیے اگر مشکل حالات آئے تو انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے خیالات مثبت رکھے اور دکھ، پریشانی، مایوسی کا ہمت سے سامنا کرے۔

ساتھ ہی یہ سوچ رکھے کہ ہر طوفان آپ کی زندگی کو تباہ کرنے کے لیے نہیں ہوتا ہے۔ کچھ طوفان آپ کے راستے صاف کرنے لیے بھی ہوتے ہیں۔

ہم بہت ہی انوکھے دَور میں جی رہے ہیں، مادی اعتبار سے سب کچھ بہترین ہے، ترقی یافتہ مالدار دنیا میں ایک نا معقول سی ''مایوسی، اداسی'' کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ مایوسی، پریشانی اور دماغی مرض کی جڑ ہے، یہی ناکام مستقبل کے خوف کی وجہ ہے، ذہنی تناؤ اور ناامیدی کا حاصل ہے انسان کو امید کے ساتھ یہ یقین بھی رکھنا چاہئے کہ جس رب نے انہیں اس دنیا میں بھیجا ہے وہ کبھی بھی اس سے غافل نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے، پھر یہ انسان ناامید کیوں ہو جاتا ہے؟ کیوں کہ وہ اپنے اس رب کو بھول جاتا ہے جس نے یہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب کو بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ﴾

''گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہو سکتا ہے'' [الحجر : ٥٦]

اور ہاں! دوسروں سے زیادہ توقعات وابستہ نہ رکھیں، اور یہ مان لیں کہ دوسرا کوئی آپ کی مدد نہیں کرے گا لیکن اگر کوئی آپ کی تھوڑی سی بھی مدد کر دیتا ہے تو آپ کو فرحت و سرور کا احساس ہوگا اور آپ ڈپریشن اور ذہنی تناؤ سے خود کو دور رکھ سکیں گے وگرنہ دوسروں سے بڑی بڑی امیدیں اور توقعات وابستہ رکھنے پھر ان کے پورا نہ ہونے پر انسان کو سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لئے اس بات کو مان لینا چاہئے کہ مایوسی صرف انسان کو توڑنے اور غم میں مبتلا کرنے کا کام کرتی ہے، امید زندہ رکھیں اور کسی بھی صورت حال میں مایوسی کو اپنے قریب پھٹکنے نہ دیں۔

مایوسی سے کیسے بچا جائے؟ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر امید کو تعمیر کرے، زندگی کے معنی کو سمجھے، اس دنیا میں اس کا کیا مقام ہے اس کو جانے اور بلند ہمتی سے اس کا سامنا کرے، مایوس نہ ہو، کوشش جاری رکھے، کامیابی اسی سے وابستہ ہے، پھر دیکھئے آنے والا کل کس قدر خوشیوں کی نوید لاتا ہے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے ہار نہ مانے، ہمت سے کام لے، جس طرح ہیرے کی چمک اندھیرے میں واضح ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح انسان کی صحیح پہچان بھی مشکلوں اور غموں میں ہوتی ہے، ناکام نہیں ہوں گے تو کامیابی کے زینے پر کس طرح چڑھے گی؟

ہر مشکل کا سامنا ہمت سے کریں اور جب امیدیں پست ہونے لگیں تو ضرور سوچ لیں۔

ڈوبنا ہی پڑتا ہے ابھرنے سے پہلے
غروب ہونے کا مطلب زوال نہیں ہوتا

نصیحت کے لئے حسنِ عمل درکار ہے ناصح!

عائشہ فخر الدین نوریہ

محترم قارئین! اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جو ہر اعتبار سے انسانیت کے لیے درس نصیحت اور راہِ نجات کا سامان ہے۔اس لیے اگر اللہ عزوجل نے ہمیں مشرف بہ اسلام ہونے کا شرف عطا کیا ہے تو ہمیں اس کی مکمل طور پر پاسداری کرتے ہوئے اس کے ہر فریضے واحکام کو بروئے کار لانا ہوگا، اس کے محاسن کو دوسروں تک پہنچانا ہوگا، ہمیں اصل ارکان کی مکمل ادائیگی کے ساتھ ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ اسلامی معاشرے میں رہ کر ایک دوسرے کو کار خیر کی طرف رہنمائی کریں اور کار شر سے بچنے کی ترغیب دیں۔اب اگر کوئی خود تو کرتا نہیں ہے لیکن دوسروں کو اس کے کرنے کا حکم دیتا ہے تو ایسے ہی لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ "اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم خود نہیں کرتے" [الصف: ۲]

اور نبی محترم ﷺ نے فرمایا: "کہ معراج کی رات میں کچھ لیسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچی سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے کہا جبریل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے کہا یہ آپ کی امت کے وہ واعظین ہیں جو کہتے کچھ تھے اور کرتے کچھ تھے" [مسند احمد: ۱۳٤۲۱، صحیح]

اور ایک دوسری حدیث کے اندر آپ ﷺ نے فرمایا: "کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی اور وہ اسی طرح چکر لگائے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے ساتھ چکر لگاتا ہے تو اہل جہنم اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور وہ کہیں گے: اے فلاں تیرا کیا مسئلہ ہے؟ کیا تو بھلائی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی، سے روکتا تھا؟ وہ کہے گا میں بھلائی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا اور میں برائی سے منع تو کرتا تھا لیکن اس سے خود نہیں رکتا تھا۔[صحیح بخاری: ۳۲٦۷]

ان دلائل کی روشنی میں یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اگر ہم خود کوئی کام کرتے نہیں ہیں تو دوسروں کو اس کے کرنے کا حکم نہ دیں کیونکہ ایسا شخص اللہ کے نزدیک ناراضگی وغضب کا مستحق ہو جاتا ہے۔جیسا کہ فرمان باری ہے:

﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾

''اللہ کے نزدیک ناراض ہونے کے اعتبار سے بڑی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے'' [الصف : ۳]

اس حکم میں عوام وخواص سب شامل ہیں بالخصوص وہ علماء جو لمبی چوڑی تقریریں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کرو وہ کرو، ایسا کروگے تو ایسا ہوگا وغیرہ وغیرہ لیکن عمل کے میدان میں صحراء کی طرح بالکل صاف وشفاف ہوتے ہیں، ان کے نزدیک عمل کے نام پر بس چند چیزیں اور اعمال ہوتے ہیں۔

لیکن ایک بات یادرکھیں کہ سارے علماء ایسے نہیں ہوتے ہیں، سارے خطباء ایک جیسے نہیں ہوتے بلکہ کچھ ایسے بھی ہیں جو وہ کہتے ہیں وہ کرتے ہیں یا کہنے کے مطابق عمل بھی کرتے ہیں لیکن جو اس کے برخلاف ہیں ان کا سماج ومعاشرے میں کوئی وقار نہیں اور ایسے ہی لوگوں نے، ایسے ہی خطباء وواعظین نے اچھے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ بدنام کر رکھا ہے اور ناسمجھ عوام بھی یہ کہتی پھرتی ہے کہ ''سارے علماء ایک جیسے ہوتے ہیں کرتے خود ہیں نہیں بس دوسروں پر فتوے لگاتے رہتے ہیں۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ اس میں صرف مرد حضرات ہی نہیں ملوث ہیں بلکہ عورتیں تو مردوں سے دو چار قدم اور آگے نظر آتی ہیں، وہ دوسروں پر طنز تو بہت کرتی ہیں، کہیں گی بہن جی ایسا نہ کرو، قرآن وحدیث میں ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن جب ہم انہیں عمل کے میدان میں دیکھتے ہیں تو یہ مردوں سے کافی دور نظر آتی ہیں، اس لیے میری اسلامی بہنو! اگر اپنے آپ کو کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کرنا ہے تو اسلامی احکام پر عمل کرتے ہوئے خود بھی اور دوسروں کو بھی اس راستے پر لے کر آنا ہوگا، کیونکہ اگر ہم خود نہ کرتے ہوئے دوسروں کو حکم دیں گے تو ہماری باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوگا اس پر مستزاد یہ کہ سماج ومعاشرے میں بدنامی ہوگی اور اللہ کے حضور تو ہونی ہی ہے۔ لہٰذا ہم ایسا کچھ نہ کریں جس سے شریعت کی مخالفت ہو رہی ہو اور ہم اس بات کو ہلکا سمجھ کر اپنے آپ کو سزا کا مستحق بنالیں کیونکہ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بڑی وعید سنائی ہے اور اس امت کے خطباء وواعظین خواہ مرد ہوں یا عورتیں ہر ایک کو خصوصیت کے ساتھ آگاہ کیا ہے کیونکہ یہی لوگ امر بالمعروف والنھی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

وقت کے ساتھ ساتھ حالات بھی بدلتے رہتے ہیں جیسے پہلے ہمیں کہیں وعظ ونصیحت کے لئے سفر کرنا لازم تھا ملاقات لازم تھا کبھی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا اگر سفر طویل ہو تو، لیکن اس کے برعکس ان تمام ذرائع کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت ہی آسان ذریعہ سے بھی نوازا ہے جسے انٹرنیٹ کے ذریعہ ہم دنیا کے کسی بھی کونے میں بیٹھے انسان کو پند ونصیحت سے نوازتے رہتے ہیں کبھی واٹس اپ کے ذریعہ ایڈمن بنے تو کبھی فیس بک پر تو کبھی ٹوئیٹر پر

غرضیکہ کئی راستے رب نے ہماری لے لئے نیکی کرنے کے آسان کردئے ہیں۔

لیکن کبھی ہم نے سوچا کہ اگران نصیحتوں کو ہم اپنے اوپر لازم نا کریں اورانہیں بس فارورڈ کرنا ہی اپنی ذمہ داری سمجھیں تو ہمیں اس کا کیا خمیازہ بھگتنا پڑے گا؟؟؟

اوپر بیان کی گئی احادیث یہاں بھی ہم پر لاگو ہوتی ہیں!

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے:

﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

''تم دوسروں کو تو نیکی کا راستہ اختیار کرنے کے لئے کہتے ہو، مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو۔ کیا تم عقل سے بالکل ہی کام نہیں لیتے ؟'' [البقرة:٤٤]

اس لئے جب بھی کوئی فضائل اعمال دوسروں کو بتانا چاہیں تو عمل کرنے کی مکمل کوشش کریں ان شاء اللہ تعالیٰ آسانیاں کریں گے یہ رب کا وعدہ ہے۔

﴿وَ نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى﴾

''اور ہم تمہیں آسان طریقے کی سہولت دیتے ہیں'' [الاعلیٰ:۸]

اور یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھیں:

﴿ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾

''اللہ کے نزدیک ناراض ہونے کے اعتبار سے بڑی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے'' [الصف :۳]

یہ فقط شرعی احکام ومسائل کے متعلق نہیں ہے بلکہ ہمیں چاہئے کہ ہم دنیاوی مسائل میں بھی ان اصول وضوابط کی مکمل پاسداری کریں ورنہ اہل دنیا ہمیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے اور لوگوں کے درمیان تماشائی بن کر رہ جائیں گے تو ایسا ہونے سے پہلے ہی اگر ہم اپنی اصلاح کرلیں تو ان شاء اللہ ہمیں ایک عظیم مقام ومرتبہ ملے گا جو ہمیں دنیا وآخرت دونوں جگہ فائز المرام کرے گا۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خود سب سے پہلے اپنا محاسبہ کریں، اپنی اصلاح کریں، اپنی خامیوں کو دور کریں پھر دوسروں کی اصلاح کریں کیونکہ جو اپنی اصلاح نہیں کرتا وہ دوسروں کی اصلاح میں ناکام ہوتا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے ہمیں ہر اچھی بات کو کہنے کے ساتھ کرنے کی بھی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین

☆☆☆

NEW UPDATE

NEW ONLINE COURSE

With Certificate

STUDY ARABIC GRAMMAR COURSE

+ONE PARAH QURAN TRANSLATION

With Shaikh Khalilur Rahman Sanabili

on: zoom app

In Sha Allah Starting From

08 th October 2020-TO-March 2021

(Course Duration : 6 Months)

Timing: 9 PM TO 10 PM

3 Days in a week (Wednesday, Thursday, Saturday)

Course With Certificate Monthly Fees : 200/-

Limited Seats | Registration Compulsory

Call & Whatsapp: Brothers : 8291063765 | Sisters : 7045788253

Agar Aap Chahte hain ki Quran Aur Hadees Ki Zuban Samjhen ?
(ToAap is Course Ko Join Karen)

Zyadah Se Zyadah Logon Tak Is Paigaam Ko Share Karen

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

Gala No.6, Swastik Chambers, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Phone : 8080807836

Andheri Bakery Compound, Opp. Surbhi Vada Pav, Andheri Station Road Jama Masjid, Andheri (W), Mobile : 8080801882

Shop No. 9, Yadav Nagar, Near Masjid Sirajul Uloom, Khairani Road, Sakinaka-72, Mobile : 7710007943

iic mumbai | mumbaiiic | mumbaiiic | iic mumbai official | iic mumbai

Total Pages 52

Date Of Publication : 1st Of Every Month
RNI No. : MAHURD/2011/49422/Postal Registration No. : MCE/281/2019-21
Posted On 4th And 5th Of Every Previous Month

زوم
ایپ پر

Suftah
Islamic Classes

بچوں اور بچیوں کے لئے آن لائن

صفہ اسلامک کلاسیز

اِن شاء اللہ : کلاس کا آغاز ۱۲ / اکتوبر ۲۰۲۰ء سے
ہفتہ میں صرف چار دن کلاس (پیر تا جمعرات)

رجسٹریشن ضروری ہے،
سیٹیں محدود ہیں۔

مضامین : (۱) ناظرہ قرآن (۲) حفظ قرآن
(۳) دینیات (عقیدہ، دعائیں، سیرت، حفظ حدیث)

ماہانہ فیس :
صرف 200 روپئے

صبح 11 / بجے سے شام 8/ بجے کے درمیان (الگ الگ گروپ)
7 سال سے 15 سال تک

ONLINE SUFFAH ISLAMIC CLASSES FOR CHILDREN

ON ZOOM APP

IN SHA ALLAH CLASS WILL START : 12.10.2020
ONLY FOUR DAYS A WEEK (MONDAY TO THURSDAY)
TIMING: 11:00AM TO 08:00PM (SEPARATE BATCHES) AGE : 7 TO 15

SUBJECTS : (1) NAZIRA QURAN (2) HIFZ-E-QURAN
(3) DINIYAT(AQEEDA, DUAEIN, SEERAT, HIFZ-E-HADEES)

MONTHLY FEES (ONLY RS. 200/-)

Registration Compulsory Call/What's app :
Boys : 8080807837 | Girls : 8879979066

Limited Seats

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge, Welcome to Understanding"

Gala No.6, Swastik Chambers, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mobile : 8080807836
Andheri Bakery Compound, Opp. Surbhi Vada Pav, Andheri Station Road Jama Masjid, Andheri (W), Mobile : 8080801882
Shop No. 9, Yadav Nagar, Near Masjid Sirajul Uloom, Khairani Road, Sakinaka-72, Mobile : 7710007943

iic mumbai | mumbaiiic | mumbaiiic | iic mumbai official | iic mumbai

If Undelivered Please Return To

Ahlus Sunnah

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882

To,

Book Post